ماہنامہ خواتین

ماھنامہ

خواتین

رجب المرجب 1446ھ جنوری 2025ء

جلد: 4

شمارہ: 01

ویب ایڈیشن

مصائب وآلام سے حفاظت

اللہ پاک نے چاہا تو مَصائِب و آلام سے نجات ملے گی۔

"یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب" 500 بار، (اوّل آخر دُرود شریف 11، 11 بار) بعد نمازِ عشا قبلہ رُو باوُضو ننگے سر ایسی جگہ پڑھئے کہ سر اور آسمان کے دَرمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو۔ اِسلامی بہنیں ایسی جگہ پڑھیں جہاں کسی اَجنبی یعنی غیر مَحرم کی نظر نہ پڑے۔ (اغوا سے حفاظت کے اوراد، ص3)

سردی کی شدت ہو تو

حدیثِ پاک کا مضمون ہے: سخت سردی میں جب بندہ یہ کہتا ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، یا اَللہ! آج سخت سردی ہے مجھے جہنم کی "زَمْہَرِیْر" سے بچا" تو اللہ پاک جہنم سے فرماتا ہے کہ میرا بندہ تجھ سے پناہ مانگ رہا ہے میں نے اس کو تجھ سے پناہ دی۔

(عمل الیوم واللیلہ، ص136، حدیث:307)

جب بھی سخت سردی ہو تو اللہ پاک کی جناب میں یہ دُعا کرنی چاہئے۔ "زَمْہَرِیْر" جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک کا عذاب ہے، جب کافر کو اس میں پھینکا جائے گا تو سردی کی وجہ سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

(سردی سے بچنے کے طریقے، ص1)

کاروبار اور کام کاج میں دل نہ لگتا ہو تو!

جن لوگوں کا کام، کاروبار میں دِل نہیں لگتا ان کے لئے امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے یہ وَظیفہ تحریر فرمایا کہ "یَا اَللّٰهُ 101 بار کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر بازو پر باندھ لیجئے، اِن شآءَ اللہ جائز کام دَھندے اور حلال نوکری میں دِل لگ جائے گا۔" (چڑیا اور اندھا سانپ، ص29)

مَرضِ گناہ دُور کرنے کا وظیفہ

یَا بَرُّ (اے بھلائی کرنے والے)

جو کوئی روزانہ سات بار (اوّل آخر ایک بار دُرود شریف) پڑھ کر اپنے دِل پر دَم کرے گا، اِن شآءَ اللہ گناہوں کی بیماری دور ہو جائے گی۔ (مُقدّس تحریرات کے اَدَب کے بارے میں سُوال جواب، ص31- ملفوظات امیر اہل سنت، 1/42)

فہرست

حمد و نعت	مناجات و نعت	2
تفسیرِ قراٰنِ کریم	برائی سے نہ روکنا (قسط2)	3
شرحِ حدیث	نجومیوں کے پاس جانا کیسا؟ (تیسری اور آخری قسط)	6
ایمانیات	حساب کتاب (قسط2)	9
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی اپنے والدین سے محبت	11
معجزاتِ انبیا	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط2)	13
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلام رضا	15
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	18
اسلام اور عورت	بیٹیوں کی استانی کیسی ہو؟	20
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	22
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	24
ازواجِ انبیا	حضرت عائشہ کے اعلیٰ اوصاف (قسط6)	25
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	امورِ خانہ داری	28
رسم و رواج	رخصتی (قسط1)	29
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادات (قسط5)	32
اخلاقیات	شرم و حیا	34
اخلاقیات	بے حیائی	36
تحریری مقابلہ	نئی لکھاری	38

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری
سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی
ڈیزائنر
ابو اذلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی

حمد و نعت

مناجات

یا ربِّ محمد مِری تقدیر جگادے

یا ربِّ محمد مِری تقدیر جگادے
صحرائے مدینہ مجھے آنکھوں سے دِکھادے

پیچھا مِرا دنیا کی محبّت سے چُھڑادے
یارب مجھے دیوانہ مدینے کا بنادے

دِل عشقِ محمد میں تڑپتا رہے ہر دَم
سینے کو مدینہ مِرے اللہ بنادے

بہتی رہے اکثر شہِ ابرار کے غم میں
روتی ہوئی وہ آنکھ مجھے میرے خدا دے

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں
مَدفن مِرا محبوب کے قدموں میں بنادے

اللہ ملے حج کی اِسی سال سعادت
بدکار کو پھر روضۂ محبوب دِکھادے

عطّار سے محبوب کی سنّت کی لے خدمت
ڈنکا یہ تِرے دین کا دنیا میں بجادے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص 112

نعت

سواری دولہا کی آن پہنچی

سواری دولہا کی آن پہنچی، گناہگاروں کی بن پڑی ہے
مچل رہے ہیں تڑپ رہے ہیں، برات ساری اَڑی کھڑی ہے
صِراط پر کوئی نام لیوا، بِلک بِلک کر یہ کہہ رہا ہے
حُضور آئیں مجھے بچائیں، کہ جان مشکل میں آپڑی ہے
کسی سے اعمال کی ہے پُرسش، کسی کے اعمال تُل رہے ہیں
کسی کو میزاں پہ لا رہے ہیں، نِدا کسی کی گھڑی گھڑی ہے
تمہاری اُمّت کی انبیا نے، ہے کی تمنّا شفیعِ محشر
کہ دن قِیامت کے پیشِ داور، تمہاری اُمّت بڑھی چڑھی ہے
قُصورِ جنّت سجے سجائے، قُصور والوں کو بٹ رہے ہیں
پَرے جمائے صفوں کو باندھے، ہر ایک حُورِ جناں کھڑی ہے
مدینہ والے کے لاڈلے کا، ہے خاص بندہ رضا ہمارا
تو پھر ہے کیا غم بچا ہی لیگا، اگرچہ منزل بڑی کڑی ہے
طُفیلِ حَسَنین یاحَبیبی، ہمارے مَخدوم شاہزادے
رہیں سدا ایک جاں دو قالب، دعائے ایوّب ہر گھڑی ہے

از: مولانا سیّد ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شمائمِ بخشش، ص 71

(قسط 2)

بُرائی سے روکنا

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

گزشتہ سے پیوستہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 78 اور 79 کی تفسیر میں بیان ہوا کہ بنی اسرائیل پر اللہ پاک نے اپنے انبیائے کرام کی زبان سے لعنت فرمائی، جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے برائی کو دیکھ کر اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مداہنت بھی چونکہ خلافِ شرع چیز دیکھ کر باوجودِ قدرت منع نہ کرنے کو کہتے ہیں، لہٰذا اس سے متعلق کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں:

مداہنت

حدود اللہ میں مداہنت کرنے اور اُن میں مبتلا ہونے والے کی مثال اُن لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں اوپر والا، نیچے والوں کو پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس جانا ہوتا تھا تو انہوں نے اسے زحمت شمار کیا، پھر ایک شخص نے ایک کلہاڑی لی اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا تو اوپر والے اس کے پاس آئے اور کہا: تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کہا: تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوتی تھی اور میرا پانی کے بغیر گزارا نہیں۔ اب اگر انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اسے بچا لیا اور خود بھی بچ گئے اور اگر اسے چھوڑے رکھا تو اسے بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے۔[1]

یاد رکھئے! چند موقعوں پر عام مصیبت آجاتی ہے جس میں قصوروار اور بے قصور سب گرفتار ہو جاتے ہیں: (1) جبکہ کچھ لوگ گناہ کریں، باقی لوگ ان کے گناہ سے راضی ہوں۔ (2) جبکہ عام لوگ گناہ کریں اور دوسرے لوگ قادر ہوتے ہوئے انہیں منع نہ کریں۔ (3) جبکہ بہت بھاری اکثریت گناہوں میں گرفتار ہو جائے اور بہت کم لوگ بچے رہیں۔[2] یہ سب مداہنت ہی کی صورتیں ہیں اور ایسا کیوں کیا جاتا ہے، اس کے تین اسباب ہیں:

(1) جہالت انسان جب نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنے کی مختلف صورتوں کے بارے میں علم حاصل نہیں کرتا تو مداہنت یعنی بُرائی دیکھ کر اسے منع کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود منع نہ کرنے جیسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ان تمام صورتوں کا علم حاصل کرے جن میں بُرائی دیکھ کر اس کو روکنا ضروری ہے۔

(2) رشتہ داری بُرائی کا مرتکب قریبی رشتہ دار ہو تو بھی بسا اوقات قدرت کے باوجود اسے برائی سے نہیں روکا جاتا، حالانکہ شریعت نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بھی اللہ پاک کی نافرمانی سے بچائیں۔

(3) دنیوی غرض کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے بُرائی سے منع نہ کرنا بھی مداہنت کی ہی صورت ہے، حالانکہ ہمیں دنیا کے بجائے آخرت کے مقاصد کو یاد رکھنا چاہیے اور فانی دنیا کو چھوڑ کر اخروی ثواب پر نظر رکھنی چاہیے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور تم نیکی کا حکم دیتے رہنا اور ضرور تم بُرائی سے روکتے رہنا یا اللہ پاک تم پر ایسا ظالم حاکم مقرر کردے گا جو تمہارے بڑوں کا احترام نہیں کرے گا، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے بہترین لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی، وہ مدد گار طلب کریں گے مگر ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ بخشش طلب کریں گے مگر انہیں نہیں بخشا جائے گا۔[3] اسی طرح کی

ایک حدیثِ پاک کے تحت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ بُرے لوگوں کی نظروں سے نیک لوگوں کی جلالت وہیبت ختم ہو جائے گی تو وہ ان سے نہیں ڈریں گے۔[4]

ایک روایت میں ہے: اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! میری اُمّت میں سے بعض لوگ اپنی قبروں سے بندر اور خنزیر کی شکل میں اٹھیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے گناہگاروں کے ساتھ مداہنت سے کام لیا اور قدرت رکھنے کے باوجود انہیں گناہوں سے منع نہ کیا۔[5] ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا ایسی بستی بھی ہلاک ہو سکتی ہے جس میں نیک لوگ موجود ہوں؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کی گئی: کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی نافرمانیوں پر ڈھیل دینے اور خاموشی اختیار کرنے کی وجہ سے۔[6] جیسا کہ اللہ پاک نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ بے شک میں آپ کی قوم کے ایک لاکھ آدمی عذاب سے ہلاک کروں گا، جن میں 40 ہزار نیک ہیں اور ساٹھ ہزار بُرے۔ آپ نے عرض کی: اے ربِّ کریم! تو برے لوگوں کو تو ہلاک فرمائے گا، لیکن نیک لوگوں کا کیا قصور ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ نیک لوگ بروں کے ساتھ کھاتے پیتے اور میری نافرمانیاں دیکھ کر غضبناک نہیں ہوتے۔[7] یہ اصول ایک روایت میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے: جس قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہو اور لوگ اسے بدلنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ بدلیں تو اللہ پاک موت سے پہلے اُن پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔[8] یعنی بُرائی کو بدلنے میں کوتاہی کرنا دوسرے جرائم کے مقابلے میں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ دوسرے گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی جب کہ اس کوتاہی کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہو گا۔[9] کیونکہ اللہ پاک عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے سامنے بُرے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ پاک عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔[10] یعنی جب کسی قوم میں سے کچھ افراد بُرائی کریں تو اس کا عذاب صرف انہی کو ہو گا، قوم کے دوسرے افراد کو نہیں، کیونکہ ارشادِ باری ہے: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ(۳۸) (پ27، النجم: 38) ترجمہ: کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ البتہ جب ان کے سامنے بُرائی ہو رہی ہو اور وہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو نہ روکیں تو اب سب کو عذاب ہو گا اور یہ ارشادِ خداوندی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ گناہ کرنے والوں کو ان کے عمل کی سزا ملے گی اور دوسرے اس لیے سزا کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے بُرائی کو روکنے سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کر کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔[11] اور اس جرم کی سزا کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو کوئی سنے کہ فلاں شخص نے گناہ کیا، پھر باوجودِ قدرت وہ اُس گناہ کرنے والے کو نہ روکے تو قیامت کے روز وہ کٹے ہوئے کانوں والا بہرا ہو گا۔[12] اور ایک قول کے مطابق کسی قوم میں عزت والے لوگ ایسی بُرائی کو نہ روکیں جسے روکنے پر وہ قدرت رکھتے ہوں تو اللہ پاک اُن کو ذلیل کر دیتا ہے۔[13]

فی زمانہ مسلمانوں کی ایک بھاری تعداد روحانی و جسمانی اور سماجی و معاشی طرح طرح کی پریشانیوں کا شکار ہے، کہیں نیکی کی دعوت چھوڑنے کے سبب تو یہ حال نہیں؟ آپ خود نیکوکار ہی سہی مگر دوسروں کو نیکی کی دعوت نہیں دیتیں اور باوجودِ قدرت گناہوں سے نہیں روکتیں، عام مسلمانوں بلکہ اپنے گھر والوں کو برائیوں میں مبتلا دیکھ کر جی میں کڑھتی نہیں تو اس روایت سے عبرت حاصل کیجئے: اللہ پاک نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو اُس کے رہنے والوں سمیت الٹ دو! انہوں نے عرض کی: اے ربِّ کریم! ان لوگوں میں تیرا ایک فلاں نیک بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ پاک نے فرمایا: شہر ان پر الٹ

دو کیونکہ اس کے چہرے پر میری نافرمانیاں دیکھ کر لمحہ بھر کیلئے بھی ناگواری طاری نہ ہوئی۔[14] یعنی جہاں اعمالِ صالحہ (نیکیوں) سے تعلق اور برائیوں سے اجتناب ضروری ہے وہاں دین و ملت کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم نیز معاشرتی بگاڑ کی وجہ سے پریشان ہونا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ جو لوگ اللہ پاک کی رضا جوئی کی خاطر معاشرتی برائیوں کے اِزالے (خاتمے) کے لیے کوشاں نہیں رہتے اور عدمِ طاقت (قوت نہ ہونے) کی صورت میں اس پر پریشان بھی نہیں ہوتے ان کا تقویٰ کس کام کا! لہٰذا اپنی اِصلاح اور عبادتِ خداوندی میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ ملک و ملّت اور مسلمانانِ عالَم کی زبوں حالی کے خاتمے اور معاشرے کو غیر شرعی حرکات و سکنات سے پاک کرنے کے لیے کوشاں رہنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔[15]

برائی سے منع کرنا کس پر لازم نہیں؟ علامہ محمد بن عَلّان شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب لوگ ظالم کو ظلم یا گناہ کرتا دیکھیں اور اسے ہاتھ سے روکنے پر قدرت ہونے کے باوجود نہ روکیں یا زبان سے منع نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ پاک ان سب پر عذاب نازل فرمادے، ظالم پر تو ظلم کرنے کی وجہ سے اور اس کے علاوہ لوگوں پر قدرت ہونے کے باوجود اسے نہ روکنے کی وجہ سے، البتہ جو لوگ گناہگار کو روکنے سے عاجز ہوں اس طور پر کہ انہیں اپنی جان یا مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس بات کا خطرہ ہو کہ اگر یہ اسے منع کریں گے تو وہ رکنے کے بجائے اس سے بڑے گناہ میں پڑ جائے گا، تو ایسے لوگوں کو بُرائی سے نہ روکنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ معذور ہیں اور اللہ پاک کے فضل سے یہ عذاب سے محفوظ رہیں گے کیونکہ اللہ پاک قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاؕ (پ3، البقرۃ: 286) ترجمہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔[16]

بعض لوگ نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کے اہم ترین کام کو لوگوں کے غلط رویوں کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یاد رکھئے! نیکی کی دعوت دینے کے لئے ضروری نہیں کہ پہلے خود نیک بن جائیں تو ہی کسی اور کو نیکی کی دعوت دیں بلکہ بُرائی سے روکتے رہنا چاہیے اگرچہ خود مکمل طور پر گناہوں سے کنارہ کشی نہ ہو سکے۔ چنانچہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! کیا ہمیں نیکی کا اس وقت حکم کرنا چاہیے جب ہم مکمل طور پر نیکیوں پر عمل کریں اور برائیوں سے اس وقت روکنا چاہیے جب ہم مکمل طور پر برائیوں سے رک جائیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: تم نیکیوں کا حکم دیتے رہو اگرچہ مکمل طور پر عمل نہ کر سکو اور برائیوں سے روکتے رہو اگرچہ مکمل طور پر ان سے بچ نہ سکو۔[17]

برائی سے روکنا کب ضروری ہے؟ یاد رہے! جہاں کوئی شخص کسی بُرائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو بُرائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔[18]

اللہ پاک ہمیں بھی بُرائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرما کر بُرائی سے نہ روکنے کے وبال سے محفوظ رکھے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) بخاری، 2/208، حدیث: 2686 (2) تفسیرِ نعیمی، 9/514 (3) الکشف و البیان، 3/123 (4) احیاء العلوم، 2/379 (5) تفسیر دُرِّ منثور، 3/127 (6) معجم کبیر، 11/216، حدیث: 11702 (7) شعب الایمان، 7/53، رقم: 9428 (8) ابوداود، 4/163، حدیث: 4339 (9) مراٰۃ المناجیح، 6/507 مکتبہ اسلامیہ (10) مسند امام احمد، 29/258، حدیث: 17720 (11) مراٰۃ المناجیح، 6/512 مکتبہ اسلامیہ (12) تنبیہ المغترین، ص236 (13) تنبیہ المغترین، ص236 (14) شعب الایمان، 6/97، حدیث: 7595 (15) مراٰۃ المناجیح، 6/516 مکتبہ اسلامیہ (16) دلیل الفالحین، 1/488، تحت الحدیث: 198 (17) معجم اوسط، 5/77، حدیث: 6628 (18) مسلم، ص49، حدیث: 177

(تیسری اور آخری قسط)

نجومیوں کے پاس جانا کیسا؟

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

گزشتہ سے پیوستہ علم نجوم اور اس کی اقسام و مختلف صورتوں کے جائز و ناجائز ہونے کا بیان جاری ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں مزید کچھ مفید باتیں پیشِ خدمت ہیں:

امام محمد غزالی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: یہ کہنا کہ اللہ پاک نے ستاروں، سورج اور چاند کو بطورِ اسباب فلاں فلاں حکمت کے تحت پابند فرمایا ہے درست نہیں اور اس پر ایمان لانا خلافِ شریعت ہے۔ کیونکہ حدیثِ پاک میں نجومیوں اور علمِ نجوم کی باتوں کی تصدیق کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس ممانعت کے سلسلے میں دو چیزیں ہیں: (1) ستارے خود بخود سب کام انجام دیتے ہیں اور یہ اللہ پاک کی تدبیر کے تحت نہیں۔ یہ عقیدہ کفر ہے۔ (2) نجومیوں کی بتائی ہوئی باتوں کو جنہیں لوگ سمجھ نہیں پاتے صحیح سمجھنا بھی غلط ہے، کیونکہ ان کی بتائی ہوئی باتیں لاعلمی پر مبنی ہوتی ہیں۔ علمِ نجوم ایک نبی (حضرت ادریس) کو بطورِ معجزہ عطا کیا گیا تھا اور ان کے بعد یہ علم ختم ہو گیا اب جو کچھ باقی ہے اس میں (غلط کی) ملاوٹ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے صحیح غلط کی تمیز نہیں رہی۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ستاروں کے اثرات کو اس عقیدے کے ساتھ مانتا ہے کہ یہ اللہ پاک کی حکمت و تدبیر کے سبب زمین، نباتات اور حیوانات پر اثر انداز ہوتے ہیں تو یہ عقیدہ دین میں خرابی پیدا نہیں کرتا بلکہ یہ عقیدہ درست ہے، البتہ اگر کوئی نہ جاننے کے باوجود یہ دعویٰ کرے کہ وہ ستاروں وغیرہ کی علامات کو مکمل طور پر جانتا ہے تو جہالت پر مشتمل یہ دعویٰ دین کی خرابی کا سبب ہے۔(1) چنانچہ،

تین وجوہات کی وجہ سے علمِ نجوم سیکھنا منع ہے:

- علمِ نجوم اکثر مخلوق کو نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ جب ان تک یہ بات پہنچے گی کہ یہ علامات (بارش وغیرہ) ستاروں کے چلنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں تو ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ ستارے مُؤثِّرِ حقیقی ہیں۔
- ستاروں کے احکام صرف اندازے پر مشتمل ہوتے ہیں اور یہ یعنی علمِ نجوم حضرت ادریس علیہ السّلام کا معجزہ تھا اور اب یہ علم مٹ چکا ہے۔
- اس علم کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا اور اس سے بچنا ممکن نہیں۔(2)

قسمت کا حال معلوم کرنا کیسا؟ بہت سے لوگ کاہنوں، نجومیوں وغیرہ کے ہاں جا کر قسمت کا حال معلوم کرتے ہیں، اپنا ہاتھ دکھاتے ہیں، فال نکلواتے ہیں اور پھر اس کے مطابق آئندہ زندگی کا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں، شرعاً یہ منع ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: شرع میں نجومیوں کا قول نا مقبول و غیر معتبر ہے۔ اس پر بھروسا نہیں کر سکتے۔ حضور، صحابہ کرام و تابعین، اگلے پچھلے بزرگوں نے اس پر عمل کیا نہ اعتبار فرمایا۔(3)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ اس حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: کاہنوں اور جوتشیوں (نجومیوں) سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا بُرا دریافت کرنا (پوچھنا) اگر بطورِ اعتقاد ہو

یعنی جو یہ بتائیں حق ہے، تو کفر خالص ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ[4] بے شک اس نے انکار کیا جو کچھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر اتارا گیا اور اگر بطورِ اعتقاد و تَیَقُّن نہ ہو، مگر میل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہِ کبیرہ ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا: لَمْ يُقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلَاةً أَرْبَعِينَ صَبَاحًا[5] اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا اور اگر ہَزْل و اِسْتِہْزَاء (ہنسی، مذاق اڑانے کے طور پر) ہو تو عَبَث (فضول) و مکروہ حماقت ہے، ہاں! اگر بقصدِ تَعْجِیز (عاجز کرنے کے لیے) ہو، تو حرج نہیں۔[6]

یہ معاملہ اگر قسمت کا حال معلوم کرنے تک ہوتا تو بات کچھ اور تھی، مگر اب یہ معاملہ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اس جدید دور میں بہت سے لوگ ہاتھوں کی لکیروں پر اندھا اعتقاد رکھنے لگے ہیں۔ مثلاً جاپان میں تو لوگوں کو ہاتھوں کی لکیروں پر اتنا یقین ہے کہ انہوں نے اپنی قسمت کی لکیروں کو بدلنے کے لئے ہتھیلیوں کی سرجری کرانا شروع کروا دی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مرد حضرات تو سرجری کے ذریعے ہاتھوں پر لمبی دولت کی لائنیں بنواتے ہیں جبکہ خواتین کی خواہش شادی کی بڑی لکیر ہوتی ہے۔[7] چنانچہ،

اسلام نے برائی کا راستہ بند کرنے کے لئے ایسے لوگوں کے پاس جانے سے ہی منع کیا ہے جو اس قسم کا علم جاننے کے دعوے دار ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے: جو کوئی نجومی کے پاس جائے پھر اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس شب کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔[8]

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اِس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: اسے (نجومی کو) سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لیے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں ذکر کی گئی ہے، لیکن اگر کوئی اسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لیے اس کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھا تاکہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنا دے اس کی یہ سزا نہیں۔ **چالیس شب کی نمازیں قبول نہ ہوں گی؛** کے تحت مفتی صاحب لکھتے ہیں: اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی، اللہ پاک کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غصب شدہ زمین میں نماز کہ اگرچہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا، لہٰذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں۔ خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتی ہیں اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ 40 راتوں کی نمازوں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔ فرائض و واجبات قبول ہو جائیں گے مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن و رات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ بہرحال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔[9]

البتہ! ایک قول کے مطابق ستاروں کا اتنا علم حاصل کرنے کی اجازت ہے جس سے خشکی اور تری کے اندھیرے میں راہ نمائی حاصل کی جا سکے۔[10] اور ایک قول کے مطابق یہ علم اتنا ہی سیکھنے کی اجازت ہے جس کے ذریعے قبلہ اور راستے کی پہچان ہو سکے۔[11]

علم نجوم جاننے والوں کی حقیقت سے متعلق تین واقعات

نجومی کی بات اگر کبھی درست ہوتی بھی ہے تو وہ اتفاقی ہے کیونکہ نجومی بسا اوقات ایک سبب پر آگاہ ہوتا ہے لیکن اس سبب کے بعد مسبَّب نہیں پایا جاتا جب تک کثیر شرائط نہ پائی جائیں اور وہ شرائط ایسی ہیں کہ جن کی حقیقت جاننا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ لہٰذا اگر اللہ پاک دوسرے اسباب کو بھی مقدَّر فرما دے تو نجومی کی بات درست ہوتی ہے اور اگر مقدَّر نہ فرمائے تو غلط۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی دیکھتا ہے کہ بادل اکٹھے ہو کر پہاڑوں سے اٹھ رہے ہیں تو وہ اندازہ لگا کر کہتا ہے کہ آج بارش ہوگی، لیکن اکثر سورج نکل آتا ہے اور بادل غائب ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کے الٹ بھی ہو جاتا ہے۔ الغرض! صرف بادلوں کا ہونا بارش برسنے کے لئے کافی نہیں جب تک

دوسرے اسباب معلوم نہ ہوں۔[12]

اللہ پاک چاہے گا تو ہی بارش ہوگی ایک بار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے ہم عصر، ہَیئت و نجوم کے ماہر اور صاحبِ کمال بزرگ مولانا غلام حسین صاحب حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے پوچھا: فرمایئے! بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنا کر بتایا کہ اس مہینے میں پانی نہیں، آئندہ ماہ میں ہوگی، یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زائچہ دیکھ کر فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے، وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: سب دیکھ رہا ہوں اور ساتھ ساتھ ان ستاروں کے بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: وقت کیا ہوا ہے؟ عرض کی: سوا گیارہ۔ فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا: پون گھنٹہ۔ فرمایا: اس سے قبل نہیں؟ عرض کی: نہیں، ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی، فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ آپ نے فرمایا: مولانا! آپ نے کہا تھا کہ ٹھیک پَون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے، یہ اب کیسے بارہ بج گئے؟ انہوں نے کہا: آپ نے گھڑی کی سوئی گھما دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اسی طرح اللہ ربُّ العزت جَلَّ جَلَالُہٗ قادرِ مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت چاہے جہاں چاہے پہنچادے۔ وہ چاہے تو ایک مہینا، ایک ہفتہ، ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے! اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگور گھٹا چھا گئی اور پانی برسنے لگا۔[13]

سفید گدھا ستاروں کو زیادہ جانتا ہے نصیرُ الدّین طوسی جو کہ علمِ ریاضی کا بڑا ماہر گزرا ہے، ایک ولی سے ملاقات کرنے گیا۔ کسی نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ یہ دنیا کا اس وقت بڑا عالِم ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس میں کیا کمال ہے؟ کہا کہ علمِ نجوم میں کامل ماہر ہے۔ فرمایا: سفید گدھا اس سے زیادہ نجوم یعنی ستاروں کو جانتا ہے۔ طوسی کو بہت ناگوار گزرا اور وہاں سے اٹھ گیا۔ کمال اتفاق سے رات کو ایک چکی والے کے گھر پہنچا جس کے یہاں بہت سے گدھے پلے ہوئے تھے۔ گدھے والا بولا: حضرت! آج سخت بارش ہوگی، اندر آرام کرو۔ طوسی نے پوچھا: تجھے کیا خبر؟ اس نے کہا: جب میرا گدھا اپنی دم تین بار ہلاتا ہے تو سخت بارش ہوتی ہے، آج اس نے دم ہلائی ہے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد تیز بارش شروع ہو گئی۔ تب یہ شرمندہ ہوا کہ واقعی گدھے بھی مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں![14]

نجومیوں کے پاس جانے والوں کے لیے سبق آموز حکایت علمِ نجوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک روز میرے پاس دو میاں بیوی آئے، دونوں میں جھگڑا چل رہا تھا، میں نے دونوں کا ہاتھ دیکھا تو علمِ نجوم کے مطابق طلاق کی لکیر واضح اور یقینی تھی۔ میں نے ان سے کہا: آپ دونوں جو مرضی آئے کر گزریں، آپ دونوں میں طلاق نہیں ہو سکتی۔ دو سال بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو وہ بڑی خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ پوچھا تو کہنے لگے: جب آپ نے ہمیں بتایا کہ طلاق کی صورت نہیں ہو سکتی تو ہم نے سوچا کہ جب طلاق نہیں ہونی تو کیوں نہ مل جل کر زندگی گزاری جائے! بس اس دن کے بعد سے ہماری گھریلو زندگی خوشیوں سے بھر گئی۔[15]

---

(1) احیاء العلوم، 4/143، 144 (2) رد المحتار، 1/110 (3) اشعۃ اللمعات، 2/82 (4) ترمذی، 1/186، حدیث: 135 (5) ترمذی، 3/342، حدیث: 1869 (6) فتاویٰ رضویہ، 21/155، 156 (7) جنگ نیوز، آن لائن، 17 جولائی 2013 (8) مسلم، ص 944، 945، حدیث: 5821 (9) مراٰۃ المناجیح، 6/270 (10) مصنف ابن ابی شیبہ، 13/165، حدیث: 26162 (11) مرقاۃ المفاتیح، 8/366، تحت الحدیث: 4598 (12) احیاء العلوم، 1/51 ملخصاً (13) انوارِ رضا، ص 375، 376 ملخصاً (14) تفسیر نعیمی، 1/515 (15) بدشگونی، ص 70

حساب کتاب (قسط2)

آج عمل کل حساب یقیناً حساب کتاب لئے جانے کا معاملہ بڑا کٹھن ہے، بروزِ قیامت ایک ایک لفظ کا حساب ہو گا۔

ذرا سوچئے! اگر ہم سے اس معاملے میں سختی کی گئی تو ہمارا کیا بنے گا؟ لہٰذا ابھی وقت ہے اسے غنیمت جانتے ہوئے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لیجئے اور خوب نیکیاں کمانے میں لگ جائیے، کیونکہ آج عمل کا دن ہے کل حساب ہو گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تم عمل کے دن میں ہو جس میں حساب نہیں اور عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے جس میں عمل نہ ہو گا۔[1] اور قیامت کے دن ہمارے اعمال نامے کھولے جائیں گے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ (پ30، التکویر:10)

ترجمہ: اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے۔ ان اعمال ناموں کا ذکر قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے، مثلاً ایک مقام پر ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ (پ15، بنی اسرائیل:13، 14) ترجمہ: اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے میں لگا دی ہے اور ہم اس کیلئے قیامت کے دن ایک نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (فرمایا جائے گا کہ) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج اپنے متعلق حساب کرنے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

یاد رہے! محشر کے دن انبیائے کرام علیہم السّلام کے علاوہ کچھ ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہوں گے جنہیں کسی قسم کا کوئی غم ہو گا نہ ان کا کوئی حساب کتاب ہو گا، بلکہ وہ بغیر حساب کے محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گے۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: انبیا، شہدا بچے اور مَوْؤدہ (زندہ دفن کی جانے والی بچی) بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔[2] اسی طرح امام میمون نسفی بھی بحر الکلام میں فرماتے ہیں: انبیائے کرام، مسلمانوں کے فوت شدہ بچوں اور عشرۂ مبشرہ سے حساب کتاب نہ ہو گا۔[3]

الغرض بلا حساب جنت میں جانے والوں کی ایک کثیر تعداد کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے، چنانچہ ایسی چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

پرہیز گاروں کا حساب نہ ہو گا حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے اللہ پاک کا یہ فرمان منقول ہے کہ میں ہر شخص سے اس کے اعمال کا حساب لوں گا اور اس کے معاملات کی تفتیش کروں گا سوائے پرہیز گاروں کے کہ انہیں حساب کے لئے کھڑا کرنے میں مجھے حیا آتی ہے۔[4] ایک روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ! تو نے نیک بندوں کے لئے کیا تیار کیا ہے اور تو انہیں کیا بدلہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے لئے میں اپنی جنّت کو مباح کر دوں گا وہ اس میں جہاں چاہیں ٹھکانا بنالیں اور اپنی حرام کر دہ چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کو یہ انعام دوں گا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو میں پرہیز گاروں کے علاوہ ہر بندے سے سخت حساب لوں گا کیونکہ میں پرہیز گاروں سے حیا کروں گا اور انہیں عزت و اکرام سے نوازوں گا، پھر انہیں بغیر حساب جنت میں داخل فرماؤں گا اور میرے خوف سے رونے والوں کیلئے رفیقِ اعلیٰ ہو گا جس میں ان کا کوئی شریک نہ ہو گا۔[5] اسی طرح ایک روایت کے مطابق قیامت کے دن متقین کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور یہ لوگ اس کے پیچھے چلتے ہوئے بغیر حساب و کتاب جنت میں اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔[6]

شہیدوں کا حساب نہ ہو گا اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

نے حضرت جبریل علیہ السّلام سے اس آیتِ مبارکہ: وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (پ24، الزمر:68) کے متعلق پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ پاک بے ہوش نہ کرنا چاہے گا؟ انہوں نے عرض کی: وہ شہدا ہیں، اللہ کریم انہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے عرش کے ارد گرد ہوں گے، میدانِ محشر میں فرشتے ان کے پاس یاقوت کی عمدہ اونٹنیاں لائیں گے جن کی لگامیں سفید موتی کی اور کجاوے سونے کے ہوں گے، لگاموں کی ڈوریاں باریک اور موٹے ریشم کی ہوں گی اور ان پر ڈالا گیا قالین ریشم سے زیادہ نرم و ملائم ہو گا، لوگوں کی حد نگاہ تک اس کا قدم پڑے گا۔ شہدا جنت میں گھوڑوں پر سیر کرتے ہوں گے اور لمبی سیر و تفریح کے بعد کہیں گے: ہمیں ہمارے رب کی بارگاہ میں لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنی مخلوق کے درمیان کیسے فیصلہ فرماتا ہے؟ ربِّ کریم ان کی طرف دیکھ کر خوش ہو گا اور جب اللہ پاک کسی بھی موقع پر کسی بندے سے خوش ہو گا تو اس سے حساب نہیں لے گا۔(7) ایک روایت میں ہے کہ کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے افضل شہدا کے متعلق پوچھا تو حضور نے ارشاد فرمایا: وہ شہید افضل ہیں جو دشمن سے مقابلہ ہو تو جنگ سے منہ نہ پھیریں یہاں تک کہ شہید کر دیئے جائیں، یہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے عالیشان بالاخانوں میں چلتے ہوں گے اور ان کا ربّ ان کی طرف دیکھ کر خوش ہو گا اور تیرا ربّ جب کسی بندے کی طرف دیکھ کر خوش ہو تو اس سے حساب نہیں لے گا۔(8)

مسلمانوں کے فوت شدہ ناسمجھ بچوں کا بھی حساب نہ ہوگا

حضرات انبیائے کرام، مومنوں کے فوت شدہ ناسمجھ بچے، دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔(9) جیسا کہ ایک روایت میں ہے: مسلمانوں کے بچے قیامت کے دن موقف (یعنی میدانِ محشر) میں اکٹھے ہوں گے اس وقت اللہ پاک فرشتوں سے فرمائے گا: ان کو جنت میں لے جاؤ۔ جب وہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوں گے تو خازنِ جنت حضرت رضوان فرمائیں گے: مرحبا! خوش آمدید! اے مسلمانوں کے بچو! تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی حساب نہیں۔(10)

حج و عمرہ کی حالت میں مرنے والوں کا بھی حساب نہ ہو گا

جس شخص کی حج یا عمرہ کرنے کی نیت تھی اور اسی حالت میں اسے حَرَمین شریفین یعنی مکے یا مدینے میں موت آ گئی تو اللہ پاک اسے بروزِ قیامت اس طرح اٹھائے گا کہ اُس پر حساب ہو گا نہ عذاب۔(11) ایک روایت میں ہے: وہ بروزِ قیامت امن والے لوگوں میں اٹھایا جائے گا۔(12)

فقرا / مہاجرین کا بھی حساب نہ ہو گا

سارے مہاجرین فقرا بغیر حساب و عذاب جنّتی ہیں۔(13) ایک روایت میں ہے: اللہ پاک نے فقرا پر کیسا انعام فرمایا ہے کہ بروزِ قیامت وہ ان سے زکوۃ، حج، جہاد اور صلہ رحمی کے بارے میں کوئی حساب نہیں لے گا، سوال تو ان بے چاروں یعنی مالداروں سے ہو گا۔(14) ایک روایت میں ہے: بروزِ قیامت فقرا مہاجرین مال داروں سے 40 سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے(15) اور دیگر لوگوں کو دنیا میں جو کچھ عطا کیا گیا تھا اس کے حساب کتاب کے لئے روک لیا جائے گا۔(16) ایک روایت میں ہے کہ جب فقرا مال داروں سے آدھا دن پہلے جنت کی طرف جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: لوگوں کے حساب سے پہلے کہاں جا رہے ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس اموال نہ تھے جو ہمیں حساب میں مشغول رکھیں۔(17) (جاری ہے۔۔۔)

---

(1) موسوعہ ابن ابی الدنیا، 3/304، حدیث: 3 (2) مراۃ المناجیح، 5/458 (3) بحر الکلام، ص 193 (4) احیاء العلوم، 4/198 (5) معجم اوسط، 3/84، حدیث: 3937 (6) احیاء العلوم، 4/198 (7) موسوعہ ابن ابی الدنیا، 6/369، حدیث: 242 (8) مسند امام احمد، 37/144، حدیث: 22476 (9) مراۃ المناجیح، 7/465 (10) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں، ص 70 (11) اخبار مکہ، 3/160، حدیث: 1918 (12) مصنف عبد الرزاق، 9/174، حدیث: 3886 (13) مراۃ المناجیح، 7/60 (14) حلیۃ الاولیاء، 7/428، رقم: 11102 (15) مسلم، ص 1217، حدیث: 7463 (16) البدور السافرہ، ص 185، حدیث: 525 (17) البدور السافرہ، ص 185، حدیث: 526

حضور کی اپنے والدین سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 31 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں)

بنتِ محمد ریاض (اوّل پوزیشن)
(طالبہ: درجہ خامسہ، فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ کنگ سہالی گجرات)

دنیا میں موجود تمام مخلوقات کا اپنے والدین سے محبت کرنا ایک فطری معاملہ ہے، پھر وہ نبی کہ جن کے مخلوقِ خدا سے محبت فرمانے پر قرآنی آیات گواہ ہیں وہ اپنے والدین سے کس قدر محبت فرماتے ہوں گے! یہ بات یقیناً بیان سے باہر ہے کیونکہ تمام مخلوقات کو اپنے والدین سے محبت اور نرم رویہ اختیار کرنے کا حکم ہی اس پاک بارگاہ سے عطا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبدُ اللہ کا وصال حضور کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور جب حضور کی عمر مبارک 5 یا 6 برس ہوئی تو والدۂ محترمہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضور کو اپنے والدین سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ امام شمسُ الدِّین انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: حَجّۃُ الْوَداع کے موقع پر اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم میرے ساتھ حجون (مکے شریف کے اوپری حصے میں واقع ایک پہاڑ ہے، اس کے پاس مکے والوں کا قبرستان ہے۔[1] اب اسے جَنَّتُ الْمَعْلٰی کہا جاتا ہے) کی گھاٹی سے گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے، حضور کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ پھر حضور اپنی اونٹنی سے نیچے تشریف لائے اور مجھے ٹھہرنے کا فرما کر کافی دیر مجھ سے دور رہے، پھر آپ میرے پاس خوش خوش مسکراتے ہوئے واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ روتے ہوئے غمزدہ آئے تھے مگر اب خوش خوش مسکراتے ہوئے واپس تشریف لائے ہیں، یہ کیا ماجرا ہے؟ ارشاد فرمایا: میں اپنی والدہ سیّدہ آمِنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ انہیں زندہ فرما دے تو اللہ پاک نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں یا فرمایا کہ وہ ایمان لائیں، پھر اللہ پاک نے انہیں واپس (پہلی حالت پر) لوٹا دیا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی امت کو حضور کے صدقے بے شمار فضائل عطا کئے گئے تو حضور نے اپنے والدین سے محبت کی بدولت یہ چاہا کہ ان فضائل سے وہ بھی حصہ پائیں، لہٰذا ان کو اپنی امت میں شامل کرنے کے لیے آپ نے دعا مانگی: اے اللہ! میرے والدین کو زندہ فرما دے۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعا کو قبول فرما کر ان دونوں کو زندہ کر دیا، وہ دونوں اللہ کریم کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائے اور واپس انتقال فرما گئے۔[3]

آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی والدہ سے کس قدر محبت فرماتے ہیں اس کے متعلق مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئیں حضور ساتھ تھے، واپسی پر مقام ابوا میں بیمار ہوئیں اور وہاں ہی وفات پا گئیں، اس بیماری میں حضور آپ کا سر دباتے اور روتے جاتے تھے، حضور کے آنسو آپ کے چہرے پر گرے تو آنکھ کھولی اور اپنے دوپٹے سے آپ کے آنسو پونچھ کر بولیں: دنیا مرے گی مگر میں کبھی نہیں مروں گی، کیونکہ تم جیسا فرزند میں چھوڑ رہی ہوں جس کی وجہ سے مشرق و مغرب

میں میر ا چرچا رہے گا۔ اس ولیۂ وقت کا یہ قول نہایت درست ہوا۔[4] ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ایک بار اپنی والدہ کی مبارک قبر پر تشریف لے گئے تو اپنی والدہ کی شفقت و مہربانی یاد آنے پر آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔[5]

والدینِ مصطفےٰ کے متعلق عقیدہ کثیر اکابر علما کا مذہب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے پیارے والدین نجات یافتہ ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔[6] بعض بدمذہب معاذ اللہ حضور کے والدین کرام کے بارے میں اپنی زبانیں دراز کرتے اور ان کی شان میں نامناسب کلمات کہتے ہیں حالانکہ ہمیں اس عقیدے پر جمے رہنا چاہیے کہ حضور کے پیارے والدین مسلمان ہیں۔ جیسا کہ قاضی امام ابو بکر ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے آباؤ اجداد آگ میں ہیں معاذ اللہ، تو آپ نے فرمایا: ایسا بکنے والا شخص لعنتی ہے۔[7]

اللہ کریم ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی غلامی میں قبول فرمائے اور ہمارے عقائد کی ہمیشہ حفاظت فرمائے۔ آمین

بنتِ ملک شاہد علی

(طالبہ: فیضان شریعت لیول ون، جامعۃ المدینہ گرلز معراجکے سیالکوٹ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے۔ **عبد** سے عبادت اور بندگی کی طرف معنی جاتا ہے جبکہ والدہ محترمہ کا نام **آمنہ** ہے جس کے معنی سے امن و سکون اور پیار و محبت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ گویا ان دونوں ناموں کے معانی کو جمع کریں تو اللہ پاک کی عبادت اور امن و سکون نتیجہ نکلتا ہے۔ پھر ان کے وجودِ گرامی سے جس ہستی کی ولادتِ باسعادت ہوئی وہ پوری کائنات کے لئے اللہ پاک کی عبادت اور امن و سکون کا پیغام لے کر آئی یعنی ہمارے آقا سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔[8] حضور کے والدین حسب و نسب کے اعتبار سے کتنے عظیم تھے، اسے جاننے کے لئے یہ فرمانِ مصطفےٰ ہی کافی ہے کہ میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں ہاشم و زُہرہ سے پیدا ہوا۔[9] یعنی حضور کا تعلق ماں باپ کی طرف سے جن دو قبیلوں سے تھا وہ اس وقت سب سے افضل تھے۔

حضور کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور والدہ ماجدہ بھی زیادہ عرصہ ساتھ نہ رہیں، لیکن جو تھوڑا سا وقت ملا اس کی یادیں ہمیشہ حضور کے ساتھ رہیں، مثلاً مدینے شریف میں مہینا بھر قیام کے دوران جو واقعات پیش آئے حضور بعدِ ہجرت بسا اوقات ان کی یادوں کو تازہ فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً جب اس مکان کو دیکھتے جہاں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام کیا تھا تو فرماتے: یہی وہ مکان ہے جس میں میری والدہ نے قیام کیا تھا، میرے والد ماجد کو بھی دفنایا گیا تھا اور فرماتے! میں نے بنو عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے کی مہارت حاصل کی تھی۔[10] جبکہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لختِ جگر سے کس قدر محبت تھی، اس کا اظہار انہوں نے اپنے آخری الفاظ میں یوں فرمایا: ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیرِ عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا۔ یہ کہا اور انتقال فرمایا، ان کی یہ فراستِ ایمانی اور پیشن گوئی نورانی قابلِ غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب و عجم کی ہزاروں شہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکرِ خیر سے مشارق مغاربِ ارض میں محافلِ مجالسِ انس و قدس میں زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابد الآباد تک گونجیں گے۔[11]

---

1 معجم البلدان، 2/ 123 2 التذکرۃ، ص18، 19 3 الروض الانف، 1/ 299 4 مراۃ المناجیح، 2/ 523 5 سیرۃ حلبیہ، 1/ 154 6 فتاوی رضویہ، 30/ 299 ملخصاً 7 تفسیر روح البیان، 1/ 218 8 خاندانِ مصطفےٰ، ص189 ملخصاً 9 تاریخ ابن عساکر، 3/ 401 10 طبقات ابن سعد، 1/ 93، 94 11 فتاوی رضویہ، 30/ 303

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 2)

گزشتہ سے پیوستہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات کا ذکر جاری ہے۔ پچھلی قسط میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا آپ کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالے کرنے تک کے واقعات کا ذکر ہوا، اس قسط میں اس کے بعد کے عجائبات ملاحظہ فرمائیے:

فرعون کے محل میں آمد سے متعلق عجائبات

دریائے نیل میں سے ایک نہر نکل کر فرعون کے محل کے قریب بہتی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق دریا کی موجوں میں ہچکولے کھاتا ہوا اسی نہر میں داخل ہو کر جھولتے ہوئے فرعون کے محل کے قریب پہنچ گیا۔ ایک روایت کے مطابق فرعون کی ایک ہی بیٹی تھی جس سے وہ بے حد پیار کرتا تھا اور وہ بھی برص کی بیماری میں مبتلا تھی، اس کے علاوہ فرعون کی کوئی اولاد نہ تھی، فرعون نے طبیبوں اور جادوگروں سے اس کی صحت کے لیے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تب ہی ٹھیک ہو سکتی ہے جب فلاں دن اور فلاں مہینے جب سورج خوب روشن ہو تو دریا سے کوئی انسان کے مشابہ چیز ملے اور اس کا تھوک لے کر اس کے برص والے مقامات پر ملا جائے۔ چنانچہ جب وہ مہینا اور وہ دن آیا تو فرعون نے دریائے نیل کے کنارے ایک محفل سجائی، اس کے ساتھ اس کی بیوی حضرت آسیہ بنتِ مزاحم بھی تھیں جو بعد میں ایمان لے آئیں، فرعون کی بیٹی بھی اپنی کنیزوں کے ساتھ وہاں موجود تھی کہ اچانک ان کی نظر صندوق پر پڑی جو دریا کی موجوں میں ہچکولے کھاتا ہوا محل کی طرف آ رہا تھا، فرعون نے اس کو منگوایا، انہوں نے اس کو کھولنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے، توڑنا چاہا مگر اس میں بھی ناکام رہے، حضرت آسیہ کو اس صندوق کے اندر ایک نور چمکتا ہوا نظر آیا جو ان کے علاوہ کسی کو نہ دکھا، انہوں نے کھولنا چاہا تو صندوق آسانی سے کھل گیا۔

صندوق کھلنے پر سب نے دیکھا کہ اس میں ایک چھوٹا بچہ ہے جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک رہا ہے، اللہ پاک نے اس بچے کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دی، فرعون کی بیٹی نے اس کا تھوک لے کر لگایا تو وہ اسی وقت بالکل ٹھیک ہو گئی اور اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ بعض فرعونیوں نے جب اس خدشے کا اظہار کیا کہ کہیں یہ وہی بچہ نہ ہو جس سے ہمیں خطرہ ہے تو فرعون نے اس بچے کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، مگر سیدہ آسیہ سامنے آ گئیں اور کہا: تم نے اس سال کے اندر پیدا ہونے والے بچوں کے قتل کا حکم دیا ہے۔ جبکہ یہ بچہ تو سال بھر سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے، نیز تمہارے لیے خطرہ اسی ملک کا بچہ ہو گا، یہ بچہ تو نجانے کس سرزمین سے یہاں آیا ہے! یہ تو بہت خوبصورت ہے، ہمارا کوئی بچہ ہے بھی نہیں کیوں نہ ہم اسے ہی اپنا بچہ بنا لیں! فرعون نے اسے تسلیم کر لیا اور قتل کرنے سے باز آ گیا۔(1)

اس واقعے سے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھوک کی خیر و برکت کا ظہور ہوا وہیں آپ کو قتل سے بچا کر رب نے اپنی قدرتِ کاملہ کا بھی خوب مشاہدہ کروا دیا کہ جس بچے کو ختم

کرنے کی غرض سے تم نے ہزاروں بچوں کو ذبح کروادیا میں نے اس کو قتل سے ہی نہیں بچایا بلکہ اس کی پرورش کا انتظام بھی تمہارے ہی گھر میں کر دیا ہے:

تو نے کس شان سے موسیٰ کی بچائی ہے جان
تیری قدرت پہ میں قربان خدائے رحمٰن
فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

والدہ کے پاس واپسی

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کو چونکہ اللہ پاک کی طرف سے یہ الہام ہوا تھا کہ جب بھی وہ اپنے بچے پر مشکل وقت دیکھے تو اسے دریا میں ڈال دے اور فکر نہ کرے وہ بچہ واپس اسے زندہ سلامت لوٹا دیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو نہ صرف آپ کے دشمن فرعون کے محل تک پہنچایا بلکہ ایسے اسباب پیدا فرما دیئے کہ اس ظالم نے خوشی سے اپنے ہی ہاتھوں آپ کو آپ کی والدہ کے حوالے کیا۔ جیسا کہ منقول ہے: جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دودھ پلانے کے لیے دائیوں کو بلایا تو اللہ پاک نے آپ کو اپنی قدرت سے روک دیا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پئیں۔ لہٰذا جو بھی دائی آتی، آپ ان میں سے کسی کا دودھ نوش نہ فرماتے، اس سے ان لوگوں کو بہت فکر ہوئی کہ کہیں سے کوئی ایسی دائی میسر آئے جس کا دودھ آپ پی لیں۔ ادھر آپ کی والدہ نے اگرچہ اپنا دل مضبوط کر کے آپ کو دریا میں ڈال دیا تھا مگر انہیں اپنے بیٹے کی فکر تھی، پھر جب انہیں اطلاع ملی کہ ان کے بیٹے فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ آپ کے متعلق ظاہر کر دیتیں کہ یہ میرا بیٹا ہے لیکن اللہ پاک نے انہیں یہ الہام کر کے ان کا دل مضبوط رکھا کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھیں کہ تیرے اس بیٹے کو تجھے واپس لوٹائیں گے۔ چنانچہ وعدۂ الٰہی کی تکمیل یوں ہوئی کہ آپ کی بہن جو کہ معاملے کی خبر لینے کے لیے فرعون کے دربار میں موجود تھیں جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون کو دائی کی تلاش ہے تو اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر کے متعلق بتاؤں جو اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کر لی تو آپ اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ حضرت موسیٰ فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے اُن کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آ گیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرما لیا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اُس نے تمہارے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک پاک صاف عورت ہوں، میرا دودھ خوشگوار اور جسم طیب ہے، اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنے مکان پر لے آئیں۔ یوں اللہ پاک کا وعدہ پورا ہوا اور انہیں اطمینان کامل ہو گیا کہ یہ بیٹا ضرور نبی بنے گا۔[2]

فرعون کے محل دوبارہ آمد

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی والدہ کے پاس دودھ پینے کے زمانے تک رہے اور اس عرصے میں فرعون روزانہ انہیں ایک اشرفی دیتا رہا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو فرعون کے پاس لے آئیں اور اس کے بعد آپ وہاں فرعون کے محل میں پرورش پاتے رہے۔[3]

(جاری ہے۔۔۔)

1. تفسیر کبیر، 8/580۔ تفسیر خازن، 3/425
2. تفسیر خازن، 3/425، 426 ملتقطاً
3. تفسیر جلالین، ص 327

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ (ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین)

149

جس مسلمان نے دیکھا انھیں اِک نظر

اس نظر کی بَصارت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بصارت: بینائی۔

مفہومِ شعر: جس مسلمان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک نظر بھی دیکھ لیا اس کی بصارت پر لاکھوں سلام۔

شرح: مختلف مشہور صحابہ کرام پر الگ الگ سلام پیش کرنے کے بعد اب ہر اس خوش بخت کی خدمت میں سلام عرض کیا جا رہا ہے جس نے بحالتِ ایمان حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا، کیونکہ یہ اتنا عظیم شرف ہے جس پر قیامت تک کوئی اور شخص فائز نہیں ہو سکتا، خواہ وہ پوری زندگی عبادت و ریاضت میں ہی کیوں نہ صرف کر دے۔ اس لئے کہ بحالتِ ایمان حضور کی زیارت کرنا افضل ترین عمل تھا اور جن کے حصے میں یہ سعادت آئی ان کے متعلق مروی ہے: اس کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے (صحابی) کو دیکھا (یعنی تابعی)۔[1]

اس نظر کی بصارت اس شعر میں اس بصارت پر بھی سلام عرض کیا گیا ہے جس نے صاحبِ نظر کو صحابیت جیسے اعلیٰ مرتبے پر فائز کر دیا، وہ نظر جو ایمان کی حالت میں چہرۂ مصطفےٰ کی زیارت سے سیر اب ہوئی وہ بھی کیسی کمال کی تھی کہ جو دیکھنے والے کو اس درجہ پر فائز کر گئی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی، دنیا کے تمام عالم، عابد، زاہد، غوث و ابدال اور اقطاب سب مل کر بھی ایک صحابی کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ صحابی کی ذات میں برابری تو بہت دور کی بات ہے اس کے کسی عمل یا نیکی میں بھی برابری نہیں ہو سکتی، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ کسی صحابی کے خرچ کیے ہوئے مُد بلکہ نصف مُد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔[2]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ صحابی کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خدا کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے کے منہ پر جو غبار پڑا وہ تم میں سے ہر شخص کے عمل سے بہتر ہے اگرچہ اسے حضرت نوح علیہ السلام جیسی لمبی عمر ہی کیوں نہ مل جائے![3]

150

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی

ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: لعنت: رحمت سے دوری۔

مفہومِ شعر: جن کے دشمن پر اللہ پاک نے لعنت فرمائی ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: جن کے دشمن پہ لعنت ایک حدیثِ قدسی کے مطابق جو اللہ پاک کے کسی ولی سے دشمنی رکھے اللہ پاک نے اس سے جنگ کا اعلان کر رکھا ہے،[4] جب اللہ پاک کے ایک عام ولی کے دشمن کا یہ حال ہے تو صحابہ جو اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بھی خاص دوست ہیں، ان کے دشمن کا انجام کیسا برا ہو گا! چنانچہ

حضرت عُویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: بے شک اللہ کریم نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے میرے اصحاب کو پسند فرمایا،

پھر ان میں سے میرے وزیر، مدد گار اور رشتے دار بنائے۔ تو جو انہیں گالی دے گا، اس پر اللہ پاک، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، روزِ قیامت اللہ پاک اس کا کوئی فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔[5] ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔[6]

یاد رکھئے! صحابہ کرام ہمیشہ ہر دور کے مسلمانوں کے نزدیک محترم رہے ہیں، البتہ! خلافتِ حیدری میں عبدُ اللہ ابنِ سبا یہودی نے مذہبِ رِفض ایجاد کیا اور پھیلایا۔[7] یہ اسلامی حلیے میں ظاہر ہوا، اس نے منافقوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی، اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی فرق اور نسلی تعصب کو دوبارہ سے فروغ دیا، نیز بنو اُمیہ و بنو ہاشم کی پرانی دشمنی کو زندہ کرنے کی کوشش کی، یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے صحابہ کرام سے دشمنی اور ان کو برا بھلا کہنے کی تحریک شروع کی، اس نے اپنی اس دعوت کو محبتِ اہلِ بیت کے غلاف میں پیش کیا اور صحابہ کرام کو اہلِ بیت بالخصوص ابو بکر و عمر کو مولا علی کے خلاف ظاہر کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ معاذ اللہ ابو بکر و عمر کو حق چھیننے والا تک کہنے کی گستاخی کی۔ کچھ دیہاتی عوام اور نئے مسلمان کہ اسلام جن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا وہ اس کے دھوکے میں آگئے یہاں تک کہ یہ ایک فرقہ بن گیا جس کے افکار و نظریات کی اصل بنیاد یہودی مذہب پر تھی، اسی لیے یہ بات مشہور ہے کہ رافضیت کی اصل جڑیں یہودیت سے نکلتی ہیں۔ اس فتنے کی پیشین گوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلے ہی فرما دی تھی، جیسا کہ حدیثِ مرفوع میں ہے: آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہو گی جنہیں رافضی کہا جائے گا کیونکہ اسلام کو رفض کر چکے (یعنی چھوڑ چکے) ہوں گے، وہ لوگ مشرکین ہیں، وہ خود کو اہلِ بیت سے محبت کرنے والے کہیں گے مگر ہوں گے جھوٹے کیونکہ جناب ابو بکر و عمر کو گالیاں دیں گے۔[8]

صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کو دنیا کی ہر نعمت و آسائش پر ترجیح دی اور حضور سے ایسی محبت و وفا کی کہ دنیا کے لیے عشق و وفا کی اعلیٰ مثال بن گئے۔ اسی محبت و تعظیم کی ایک جھلک عُروہ بن مسعود نے اس وقت دیکھی جب وہ ایمان نہیں لائے تھے، انہوں نے صحابہ کرام کا جو اندازِ تعظیمِ رسول دیکھا اسے کفارِ مکہ کے سامنے جا کر یوں بیان کیا: وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے صحابہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے جیسے وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں گے، منہ یا ناک مبارک کا پانی صحابہ ہاتھوں میں لے کر اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے ہیں، ان کا کوئی بال جسم سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب کوئی حکم دیتے تو صحابہ فوراً بجا آوری کرتے ہیں۔ اے جماعتِ قریش! میں بڑے بڑے بادشاہوں یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں لیکن میں نے کسی بھی بادشاہ کے خدمت گاروں کو ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسی تعظیم اصحابِ محمد اُن کی کرتے ہیں۔[9]

تقریباً یہی الفاظ اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت ابو سفیان کے بھی تھے کہ جب حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سولی پر تھے تو ابو سفیان نے ان سے کہا: اے زید! اگر اس وقت تمہاری جگہ محمد اس طرح قتل کئے جاتے تو کیا تم اس کو پسند کرتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ ابو سفیان کی یہ بات سن کر تڑپ گئے اور جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا: اے ابو سفیان! خدا کی قسم! میں اپنی جان کو قربان کر دینا عزیز سمجھتا ہوں مگر میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقدس پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھے، مجھے یہ بھی گوارا نہیں! تب ابو سفیان نے کہا تھا: میں نے بڑے بڑے محبت کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ مگر عشاقِ مصطفےٰ جیسا کوئی نہیں۔[10]

ایک بار حضرت علی المرتضیٰ، شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے کسی

نے سوال کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کیسی محبت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمیں اپنے مال، اپنی اولاد، ماں باپ اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔ (11)

151

باقیِ ساقیانِ شرابِ طہور
زینِ اہلِ عبادت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: ساقیان: پلانے والے۔ **شرابِ طہور:** پاکیزہ شراب۔ **زین:** زینت، خوبصورتی۔

مفہومِ شعر: جن صحابہ کرام کا ذکر ہو چکا ان کے علاوہ وہ دیگر تمام ائمہ اہلِ بیت و صحابہ کرام جنہوں نے لوگوں کو عشقِ حقیقی کی پاکیزہ شراب پلائی اور عبادت گزاروں کی زینت بنے ان سب پر بھی لاکھوں سلام۔

شرح: قرآنِ کریم میں جابجا صحابہ کرام کے اچھے عمل، اچھے اخلاق اور اچھے ایمان کا ذکر ہے اور انہیں دنیا ہی میں مغفرت و بخشش اور انعاماتِ اخروی کی خوشخبری سنا دی گئی، جیسا کہ پارہ 9 سورۃ الانفال کی آیت نمبر 4 میں ارشادِ باری ہے: اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌۚ ترجمہ: یہی سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات اور مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔ اسی طرح پارہ 11 سورۂ توبہ کی آیت نمبر 100 میں ارشاد ہوتا ہے: رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝ ترجمہ: ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

الغرض صحابہ کرام نے اپنے عمل اور کردار کی مدد سے لوگوں کو عشقِ حقیقی کے جام بھر بھر کے پلائے اور لوگ ان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر خدا و مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کے جاموں سے سیراب ہوتے چلے گئے۔

152

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: اہلِ مکانت: صاحبِ مقام، بلند رتبہ۔

مفہومِ شعر: تا قیامت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جتنے بھی شہزادے نواسے ہوں گے ان تمام کے مقام و مراتب اور سیادت پر لاکھوں سلام۔

شرح: صحابہ کرام کے ذکرِ خیر کے بعد اب قیامت تک آنے والے ساداتِ عظام پر سلام پیش کیا جا رہا ہے، یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا خاندان نصیب ہوا۔ اسلام خالی نسب کو ترجیح نہیں دیتا تاہم اگر نسب کے ساتھ حسب بھی شامل ہو جائے تو اسلام اسے عزت دیتا ہے، لہٰذا وہ مسلمان جو باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ سادات سے ہوں تو ان کا مقام اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتا ہے، چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ (پ27، الطور: 21) ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی۔ جب عام مومنین کی اولاد کی یہ شان ہے تو وہ حضرات جن کا نسب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ختم ہوتا ہے ان کا مقام و مرتبہ کتنا عظیم ہوگا! نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہر رشتہ اور ہر نسب ختم ہو جائے گا مگر میرا رشتہ و نسب باقی رہے گا۔ (12)

---

(1) ترمذی، 5/461، حدیث: 3884 (2) بخاری، 2/522، حدیث: 3673 (3) ابو داود، 4/280، حدیث: 4650 (4) بخاری، 4/248، حدیث: 6502 ملتقطاً (5) معجم کبیر، 17/140، حدیث: 349 (6) ترمذی، 5/464، حدیث: 3892 (7) مراٰۃ المناجیح، 8/344 (8) مرقاۃ المفاتیح، 10/366، 367، تحت الحدیث: 6017 (9) الشفا، 2/39 (10) شرح زرقانی علی المواہب، 2/493، 492 (11) الشفا، 2/22 (12) مجمع الزوائد، 8/398، حدیث: 13827 ملتقطاً

مَدَنی مذاکرے کے سُوال جواب

شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، حضرتِ علّامہ مولانا ابوبِلال محمد الیاس عطّار قادِری رَضَوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ مدنی مذاکروں میں عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق کئے جانے والے سوالات کے جوابات عطا فرماتے ہیں، ان میں سے 12 سوالات وجوابات ضروری ترمیم کے ساتھ یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

1 مَرد کا گولڈن رنگ کی عینک، گھڑی یا گاڑی کا استعمال کرنا کیسا؟

سُوال: کیا مرد گولڈن رنگ کی عینک، گھڑی یا گاڑی استعمال کر سکتا ہے؟

جواب: گولڈن رنگ کی عینک، گھڑی یا گاڑی استعمال کرنا زینت ہے لیکن یہ وہ زینت ہے جو جائز ہوتی ہے۔ علمائے کرام بھی گولڈن کلر کی بعض چیزیں پہنتے ہیں البتہ Gold یعنی سونے کی چین وغیرہ مرد کو پہننا جائز نہیں ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 22 شعبان شریف 1440ھ)

2 کسی کے دروازے پر اسلامی بہن اپنا تعارُف کیسے کروائے؟

سُوال: اِسلامی بہنیں جب کسی کے گھر جا کر دَروازہ بجائیں اور اَندر سے پُوچھا جائے: "کون؟" تو کیا جواب دیں؟

جواب: اِس صُورت میں اپنی کوئی بھی پہچان بتادیں، یا "بنتِ فُلاں" اور "اُمِّ فُلاں" کہہ کر اپنی پہچان کرادیں۔ ایسے موقع پر گھر میں موجود مَرد کو چاہئے کہ گھر کی عورت کو آگے کر دے۔

(مدنی مذاکرہ، 17 محرم شریف 1442ھ)

3 بے غسلے شخص کے پسینے کا حکم

سُوال: جس شخص پر غُسل فرض ہو کیا اُس کا پسینا بھی ناپاک ہوتا ہے؟

جواب: نہیں۔ (مدنی مذاکرہ، 25 شعبان شریف 1441ھ)

4 فوت شُدہ کی طرف سے صَدَقہ کرنا

سُوال: کیا فوت شُدہ اِنسانوں کی طرف سے بھی صَدَقہ دیا جاسکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! فوت شُدہ افراد کی طرف سے بھی صَدَقہ دیا جاسکتا ہے، یہ اِن کیلئے ایصالِ ثواب ہوگا جیسے والِد صاحب، دادا جان وغیرہ کے ایصالِ ثواب کے لئے صَدَقہ دیا یا بارگاہِ رِسالت میں ثواب نَذر کرنے کے لئے غریبوں کی مدد کی کہ یہ مدد میں سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم یا غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کیلئے کر رہا ہوں ایسا کرنا جائز ہے۔

(مدنی مذاکرہ، 18 شعبان شریف 1441ھ)

5 عورت کا مردانہ سوئیٹر پہننا کیسا؟

سُوال: کیا عورت مردانہ سوئیٹر پہن سکتی ہے؟

جواب: ایسا سوئیٹر جو مرد و عورت دونوں کے لئے ہو وہ پہن سکتی ہے، ورنہ جو مَرد کیلئے مخصوص ہو وہ نہیں پہن سکتی۔

(مدنی مذاکرہ، 11 ربیع الاول شریف 1442ھ)

6 شبِ براءت پر بہن بیٹیوں کو حلوا یا رقم وغیرہ بھیجنا کیسا؟

سُوال: ہماری برادری میں یہ رواج ہے کہ شبِ براءت کے موقع پر بہن بیٹیوں کو حلوا یا کچھ رَقم بھیجی جاتی ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر یہ نہ دیا جائے تو بہن بیٹی کو طعنے

ملتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: شبِ براءت ہو یا کوئی بھی موقع، آپس میں ایک دوسرے کو کوئی تحفہ یا حلوا اور مٹھائی وغیرہ بھیجنا اچھی بات ہے، ثواب کا کام ہے اور اس سے باہم محبت بڑھتی ہے، لیکن اگر یہ چیزیں نہ بھیجیں تو طعنے ملتے ہیں اور طعنوں سے بچنے کے لئے بھجوائے تو طعنہ دینے والوں کے لئے یہ رشوت ہے، دینے والا گنہگار نہیں۔ اگر نہ بھیجنے پر بُرا بھلا نہ کہا جائے اور یہ ذہن ہو کہ جو دے اس کا بھی بھلا اور جو نہ دے اس کا بھی بھلا تو پھر شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مدنی مذاکرہ، 22 شعبان شریف 1440ھ)

7 نمازِ فجر میں کتنی تاخیر مستحب ہے؟

سوال: فجر کتنی تاخیر سے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: بہارِ شریعت جلد 1، صفحہ 451 پر ہے: فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار (جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) میں شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیات تک ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو (یعنی یہ پتا چلے کہ نماز نہیں ہوئی) تو طہارت کرکے ترتیل کیساتھ چالیس سے ساٹھ آیات تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے۔

(مدنی مذاکرہ، بعد نمازِ عصر، 20 رمضان شریف 1441ھ)

8 قرض دار پہلے قرض ادا کرے یا کاروبار؟

سوال: اگر کسی شخص پر 90 لاکھ کا قرض ہو اور اُس کے پاس 20 لاکھ روپے کیش ہوں تو کیا اُسے 20 لاکھ سے لوگوں کا قرض اُتارنا چاہئے یا اِن پیسوں سے کوئی کاروبار شروع کرکے آمدنی سے اپنا قرض اُتارنا چاہئے؟

جواب: جن لوگوں کا قرض ہے اگر وہ سب اسے مہلت دے دیں تو یہ کاروبار کر لے ورنہ قرض ادا کرے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں کہ 20 لاکھ سے 90 لاکھ کما سکے گا یا نہیں، پھر خرچ اور کھانا اپنی جگہ پر ہے۔ قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے اور اپنے اوپر قرض چھوڑ کر مرنا بہت خطرناک ہے۔ (مدنی مذاکرہ، 2 ربیع الآخر شریف 1442ھ)

9 مقتدی کا ثنا کے بعد "اَعُوْذُ بِاللہ" اور "بِسْمِ اللہ" پڑھنا کیسا؟

سوال: اگر مقتدی ثنا کے بعد "اَعُوْذُ بِاللہ" اور "بِسْمِ اللہ" بھی پڑھ لے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر مقتدی نے ثنا کے بعد تعوّذ و تسمیہ پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، لیکن جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ یہ خلافِ سُنّت ہے۔ امام کا قراءت کرنا مقتدی کے لئے کافی ہے، لہٰذا مقتدی نہ اَلْحَمْد شریف پڑھے نہ تعوّذ و تسمیہ بلکہ خاموشی سے امام کی قراءت سُنے۔ (مدنی مذاکرہ، بعد نمازِ عشا، 10 رمضان شریف 1441ھ)

10 بات چھپانے کے لئے "مجھے نہیں پتا" کہنا کیسا؟

سوال: بسا اوقات بندہ جان چُھڑانے کے لئے کہہ دیتا ہے کہ **"مجھے نہیں پتا جو چاہو کرو"** کیا یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوگا؟

جواب: بعض اوقات یہ جملہ ٹالنے کے لئے کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے پتا ہے لیکن میں بتانا نہیں چاہتا۔ یوں ہی اگر کوئی تنگ کرتا ہے تو بھی یہ جملہ کہا جاتا ہے۔ اِس طرح کے جملے میں نیّت کو دیکھا جائے گا، اگر کوئی بات چُھپانے کے لئے یہ جملہ بول رہا ہے کہ **"مجھے نہیں پتا"** حالانکہ جانتا ہے تو اب یہ جھوٹ ہو جائے گا۔ (مدنی مذاکرہ، 1 ربیع الآخر شریف 1442ھ)

11 دَم کی ہوئی اگر بتی جلانا کیسا؟

سوال: کیا اگر بتی پر دَم کرکے جلا سکتے ہیں؟

جواب: کچھ عاملین اگر بتی دَم کرکے دیتے ہیں، ہو سکتا ہے حصولِ برکت کے لئے ہو، اس میں کوئی حرج نہیں۔

(مدنی مذاکرہ، 10 ربیع الاول شریف 1442ھ)

12 مچھلی پر فاتحہ دینا کیسا؟

سوال: کیا مچھلی پر فاتحہ دے سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! مچھلی پر فاتحہ دے سکتے ہیں۔

(مدنی مذاکرہ، 11 ربیع الاول شریف 1442ھ)

بیٹیوں کی استانی کیسی ہو؟

اُمِّ میلاد عطاریہ*

تاتوانی دور شواز یاربد یاربد بدتر بوداز ماربد
ماربد تنہا ہمیں برجان زند یاربد برجان وایمان زند[1]

یعنی جب تک ممکن ہو برے ساتھی سے دور رہو کیونکہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے اس لئے کہ خطرناک سانپ تو صرف جان یعنی جسم کو تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے جبکہ برا ساتھی جان اور ایمان دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔ ہر صحبت خواہ اچھی ہو یا بری اپنا ایک اثر رکھتی ہے اسی حقیقت کو نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”اچھے اور برے مصاحب کی مثال، مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، کستوری اٹھانے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خرید و گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی، جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔“[2]

آج کے دور میں اچھی صحبت بہت کم میسر آتی ہے اس معاملے میں حسّاس والدین اپنے بچوں کو بچپن سے ہی بُری صحبت سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، بالخصوص بیٹیوں کو کہ ایک عورت ہی آگے چل کر نسلوں کی تربیت کرتی ہے اسی لئے بیٹی کو بچپن سے ہی ایسی صحبت دی جائے کہ اس صحبت کا اچھا اثر اُس کے بڑے ہونے کے بعد بھی اس پر چھایا رہے، اور وہ اپنی آنے والی نسلوں کی بھی اچھی تربیت کر سکے۔ بچے کی پہلی درسگاہ تو اس کی ماں کی گود ہوتی ہے اس کے بعد اس کا باقاعدہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے، اور ایک اچھے استاذ کا انتخاب کیا جاتا ہے، لڑکوں کو مرد استاذ اور لڑکیوں کو عورت استانی کے پاس ہی پڑھوایا جائے۔ اِسی مناسبت سے ہم آج بات کرتے ہیں کہ بیٹیوں کی ٹیچر کیسی ہوں؟ چونکہ طالبِ علم طویل عرصے تک روزانہ استاذ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں لہٰذا استاذ کی ذات میں پائے جانے والے اوصاف غیر محسوس طور پر اس کے تلامذہ (Students) میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ٹیچر خوش اخلاق ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی حسنِ اخلاق کی مظہر ہوں گی، اگر ٹیچر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ رکھتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی مسلمانوں کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کریں گی، اگر ٹیچر نیکی کی دعوت کو عام کرنے کا جذبہ رکھتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی نیکی کی دعوت کو پھیلاتے ہوئے نظر آئیں گی، اگر ٹیچر عفو و درگزر کی پیکر ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی غصے سے کوسوں دور رہنے والی ہوں گی، اگر ٹیچر نیک اعمال پر عمل کرتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس میں بھی عمل کا جذبہ بڑھے گا، اگر ٹیچر عاجزی اختیار کرنے والی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی عاجزی کی پیکر بن کر رہیں گی، اگر ٹیچر خوش لباس ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس کے لباس بھی صاف ستھرے دکھائی دیں گے، اگر ٹیچر اپنے معاملات (مثلاً قرض اور چیزیں اور تحفے نہ مانگنے) میں محتاط واقع ہوتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی اس کی پیروی کرنے میں فخر محسوس کریں گی، اگر ٹیچر مطالعے کا شوق رکھتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس کے ہاتھوں میں بھی کتابیں دکھائی دیں گی، اگر ٹیچر اپنے اسلاف کا ادب کرتی ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی بزرگوں کا احترام کرنے والی ہوں گی، اگر

ٹیچر قناعت پسند ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی لالچ سے دامن بچا کر رکھیں گی، اگر ٹیچر کسی کا احسان لینے کی عادی نہیں ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی کسی سے احسان لینے پر تیار نہیں ہوں گی، اگر ٹیچر سلیقہ شعار ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس کی چیزیں بھی کمرے میں بکھری ہوئی دکھائی نہیں دیں گی، اگر ٹیچر پرہیز گار ہے تو اس کی اسٹوڈنٹس بھی خوفِ خدا رکھنے والی ہوں گی۔ اسی طرح ہر کام میں جیسی ٹیچر ہوگی اس کا عکس اس کی اسٹوڈنٹس ہوں گی۔ ایک ٹیچر اپنے اسٹوڈنٹ کو ایک اچھا انسان اور باخبر شخص بننے میں مدد کرتی ہے۔ خیال رہے کہ ملک اور قوم کی تعمیر میں اساتذہ کا کردار کافی اہم ہوتا ہے کیونکہ ننھے ذہنوں کی آبیاری ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اساتذہ کیوں ضروری ہیں؟ ایک طالب علم کی عمر جیسے جیسے بڑھتی ہے، وہ ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی طور پر اتنا ہی مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

انسان کے وجود اور کمال میں 2 شخصیات کا کردار ہوتا ہے:

1. والدین: جو دنیا میں آنے کا سبب بنتے ہیں۔
2. استاذ: جو عالَمِ مادہ سے عالَمِ روحانیت کے ساتھ رابطہ مضبوط کرتے ہیں۔

والدین بولنا سکھاتے ہیں اور استاذ کب بولنا، کہاں بولنا اور کیسے بولنا سکھاتے ہیں۔ والدین کے ساتھ ساتھ روحانی باپ (استاذ) کا زیادہ کمال ہوتا ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت ہے لیکن جب علم سے اس کا واسطہ پڑا تو اعلیٰ فرد بن گیا۔ علم انسان کے اندر نیکی، تقویٰ، پرہیز گاری، زہد و اطاعت، خوفِ خدا اور حسنِ خلق جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔ اللہ پاک نے ظلمت و اندھیروں میں ڈوبی انسانیت کی ہدایت کے لئے نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو معلّمِ انسانیت بنا کر بھیجا۔ اساتذہ روحانی والدین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ماں باپ اس دنیا میں لاتے ہیں اور استاذ علم و ہنر سکھا کر انسان کو بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ استاذ ایک ایسا چراغ ہے جس کی روشنی معاشرے میں جہالت کے اندھیرے کو ختم کرتی ہے۔ استاذ معاشرے کا ایسا پھول ہے جس کی خوشبو سے معاشرے میں محبت کا رشتہ پروان چڑھتا ہے۔ ایک کامیاب شخص کے پیچھے ایک استاذ کا حقیقی کردار ہوتا ہے۔ ایک استاذ صرف بچوں کو تعلیمی مضامین ہی نہیں پڑھاتا بلکہ وہ بچوں کو اچھی راہ دکھاتا ہے۔ وہ بچوں کی پیشہ ورانہ تربیت کرتا ہے۔ وہ بچوں کو سماجی بہبود کا شعور فراہم کرتا ہے۔ وہ بچوں کی صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔ قدرت نے ہر انسان میں ایک خوبی ضرور رکھی ہوتی ہے اور استاذ وہ عظیم ہستی ہے جو اس پوشیدہ خوبی کو نہ صرف آشکار کرتا بلکہ اسے نکھارتا بھی ہے۔ تفسیرِ کبیر میں ہے: استاذ اپنے شاگرد کے حق میں ماں باپ سے بڑھ کر شفیق ہوتا ہے کیونکہ والدین اسے دنیا کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں جبکہ اساتذہ اسے نارِ دوزخ اور مصائبِ آخرت سے بچاتے ہیں۔(3)

اسی لئے والدین اپنی بیٹیوں کے لئے ایسی ٹیچر کا انتخاب کریں کہ جس کا اچھا اثر ان کی بیٹی پر پڑے، ایسی ٹیچر کہ جو بے حیائی، بے پردگی و بدمذہبی کو فروغ نہ دیتی ہو۔ اس حوالے سے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ اپنی مشہور کتاب ”غیبت کی تباہ کاریاں“ کے صفحہ 63 پر تحریر کرتے ہیں: بدمذہب سے دینی یا دنیاوی تعلیم لینے کی مُمانعت کرتے ہوئے اِمامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیر مذہب والیوں (یا والوں) کی صُحبت آگ ہے، ذی عِلم عاقِل بالغ مَردوں کے مذہب (بھی) اس میں بگڑ گئے ہیں۔(4)

گناہوں کی آگ میں جلتے، گمراہیت کے بادلوں میں گھرے اس معاشرے میں سنّتوں کی خوشبوئیں پھیلاتا دعوتِ اسلامی کا دینی ماحول کسی نعمت سے کم نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! دینی ماحول میں تربیت پا کر سنّتیں اپنانے والا اس طرح زندگی بسر کرنے لگتا ہے کہ نہ صرف ہر آنکھ کا تارا بن جاتا ہے بلکہ اپنے سنّتوں بھرے کردار سے کئی لوگوں کی اصلاح کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ پھر زندگی کی میعاد گزار کر اس شان و شوکت سے دارِ آخرت روانہ ہوتا ہے کہ دیکھنے سننے والے رشک کرنے اور ایسی ہی موت کی آرزو کرنے لگتے ہیں۔ آپ بھی دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہو جائیے۔ دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں شرکت اور امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کے عطا کردہ نیک اعمال پر عمل کو اپنا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ دونوں جہاں کی سعادتیں نصیب ہوں گی۔

---

(1) گلدستہ مثنوی بکھرے موتی، ص94 (2) مسلم، ص1116، حدیث: 2628

(3) تفسیر کبیر، 1/401 (4) فتاویٰ رضویہ 23/692۔

دارالافتاء اہلسنت

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزار ہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے پانچ منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

1 نفل روزے کی نیت کرکے سو جائے اور سحری نہ کرسکے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے رات میں یہ نیت کی کہ میں کل نفل روزہ رکھوں گا۔ ہاں! اگر سحری میں اٹھ گیا تو ٹھیک ورنہ روزے سے ہی رہوں گا، پھر اتفاق ایسا ہوا کہ زید کی سحری میں آنکھ ہی نہیں کھلی اور اُس نے بغیر سحری ہی کے وہ نفل روزہ مکمل کیا۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید کا وہ نفل روزہ درست واقع ہوا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں زید کا وہ نفل روزہ درست واقع ہوا۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ نفل روزے کی نیت رات سے لے کر ضحوۂ کبریٰ سے پہلے تک کی جاسکتی ہے، اور رات ہی میں نیت کرلینے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اُس نیت سے رجوع کرنا نہ پایا جائے۔ اب جبکہ صورتِ مسئولہ میں زید نے رات ہی میں نفل روزے کی نیت کرلی تھی پھر اس کے بعد کہیں بھی اس نیت سے رجوع کرنا نہیں پایا گیا، لہٰذا زید کا وہ نفل روزہ درست ادا ہوا۔ البتہ یہ ضرور یاد رہے کہ سحری کرنا سنت ہے روزے کے لئے شرط نہیں، لہٰذا بغیر سحری کے بھی روزہ درست ادا ہوتا ہے۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، 3/393-بحر الرائق، 2/282-بہارِ شریعت، 1/967، 969ملتقطاً-تحفۃ الفقہاء، 1/365)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 فوراً قسم واپس لے لے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قسم کھانے کے بعد فوراً اپنی اُس قسم کو واپس لے لے، تو کیا اس صورت میں بھی اُس قسم کو پورا کرنا لازم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں بھی اُس قسم کو پورا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ قسم منعقد ہونے کے بعد اس سے رجوع نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ”لا رجوع عن الیمین“یعنی قسم سے رجوع نہیں ہوسکتا۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، 3/361)

مجمع الانہر میں ہے: ”لا یصح الرجوع عن الیمین“یعنی قسم سے رجوع درست نہیں۔ (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، 1/763)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 سپلائیر کا دوکاندار کو اس لئے رقم دینا کہ کسی اور کا مال نہ رکھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بیکری آئٹم (بسکٹ، کیک وغیرہ) دوکانوں پر جاکر بیچتے ہیں، اور دوکان دار کسی دوسرے کا مال اپنی دوکان پر نہ رکھے بلکہ ہم سے ہی مال خریدے اس لئے دوکان دار کو کچھ رقم دیتے ہیں، کبھی وہ رقم ہمیں واپس مل جاتی ہے اور بعض اوقات رقم واپس نہیں ملتی، کیا اس مقصد سے دوکان دار کو کچھ رقم دینا شرعاً

درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کا دوکان دار کو مذکورہ رقم دینا، ناجائز و حرام ہے۔

تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر دوکان دار کو رقم دیتے وقت صراحتاً یا دلالتاً کسی بھی طرح طے ہے کہ یہ رقم قابلِ واپسی ہے تو اس صورت میں مذکورہ رقم کی فقہی حیثیت **"قرض"** ہے، اور اس قرض پر شرط ہے کہ دوکان دار دوسری کمپنی کا بیکری آئٹم اپنی دوکان پر نہیں رکھے گا بلکہ صرف آپ سے بیکری آئٹم لیا کرے گا، جو کہ قرض پر مشروط نفع ہے اور ہر وہ قرض جو مشروط نفع لائے، سود اور حرام ہے۔

اور اگر مذکورہ رقم کا واپس لوٹایا جانا وغیرہ کچھ طے نہیں بلکہ رقم دینے سے صرف اپنا کام نکلوانا مقصود ہے تو یہ رشوت ہے، کیونکہ فقہی اُصولوں کے مطابق اپنا کام بنانے یا اپنا کام نکلوانے کیلئے کسی کو کچھ دینا رشوت ہے، اور یہ بھی حرام ہے۔

جامع الترمذی میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم الراشی والمرتشی" یعنی: رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔

(ترمذی، 1/248- ردالمحتار، 7/413- فتاوی رضویہ، 23/551)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

4 اسنوکر اور پٹی کی آمدنی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسنوکر اور پٹی کھیلنے کے لئے دینا اور اس کے پیسے لینا کیسا ہے؟ اور اس آمدنی کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسنوکر اور پٹی کھیلنے کے لئے دینا اور اس کے پیسے لینا، ناجائز و گناہ ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال نہیں ہے کیونکہ یہ لہو و لعب پر اجارہ ہے کہ اس طرح کے گیمز لہو و لعب پر مشتمل ہوتے ہیں اور لہو و لعب پر اجارہ ناجائز و گناہ ہے اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت بھی حلال نہیں ہوتی۔

(درمختار، 9/92 ملتقطاً- العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، 2/140- بہار شریعت، 3/144)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

5 کیا مجبوراً نفل روزہ توڑنے کی صورت میں قضا لازم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نفل روزہ رکھا لیکن صبح سات بجے اسے اپنے کسی عزیز کے گھر مہمان بن کر جانا پڑا، جس کی وجہ سے زید نے مجبوراً وہ روزہ توڑ دیا۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید پر اُس روزے کی قضا لازم ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں زید پر اُس نفل روزے کی قضا لازم ہے۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ نفل روزے کو بغیر کسی عذرِ شرعی کے توڑنا ناجائز و گناہ ہے، البتہ مہمان اگر میزبان کے ساتھ نہ کھائے تو اُسے اذیت ہوگی یہ نفل روزہ توڑنے کے لئے عذر ہے، بشرطیکہ مہمان کو اس روزے کی قضا کر لینے پر اعتماد ہو اور وہ یہ نفل روزہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے توڑے۔ واضح ہوا کہ پوچھی گئی صورت میں زید نے وہ نفل روزہ خواہ عذر کے سبب توڑا تھا یا بغیر عذر کے، بہر صورت اُس نفل روزے کی قضا کرنا زید کے ذمہ پر لازم ہے، نیز جان بوجھ کر بغیر کسی عذرِ شرعی کے نفل روزہ توڑنے کی صورت میں قضا کے ساتھ ساتھ زید پر اس گناہ سے توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔(فتاوی عالمگیری، 1/208- بہار شریعت، 1/1007- ردالمحتار مع الدر المختار، 3/475)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی*

1 ناپاکی کے دنوں میں احرام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ کو پاکستان سے عمرہ کے لئے جانا ہے جس کے لئے اس نے اپنے شوہر کے ساتھ ٹکٹ بھی کروالی ہے، لیکن جانے سے پہلے ہی ہندہ کے ایامِ حیض شروع ہو چکے ہیں، اس صورت میں وہ اگر عمرہ کی ادائیگی کے لئے پاکستان سے مکہ جاتی ہے، تو احرام کا کیا حکم ہوگا، کیا حیض کی حالت میں وہ احرام کی نیت کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو شخص بھی بیرونِ میقات سے مکۂ معظمہ جانے کا قصد رکھتا ہو، اس کو میقات سے گزرنے سے پہلے احرام کی نیت کرنا ضروری ہے، بلا احرام میقات سے آگے جانا جائز نہیں، یہی حکم اس عورت کے لئے بھی ہے جس کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے بیرونِ میقات سے مکۂ معظمہ جانا ہو، لیکن اس کے ماہواری کے ایام شروع ہو چکے ہوں۔

پوچھی گئی صورت میں مکۂ مکرمہ روانگی سے پہلے ہندہ کے ایامِ حیض شروع ہو گئے، تو اسے میقات سے گزرنے سے پہلے احرام کی نیت کرنا ضروری ہے کہ اس کے لئے بلا احرام میقات سے گزرنا ناجائز و گناہ ہے۔ ایسی خواتین جو حیض یا نفاس کی وجہ سے ناپاکی میں ہوں وہ بھی نیت سے پہلے غسل صفائی کر لیں جس کا مقصد میل کچیل دور کرنا ہوتا ہے جس طرح حالتِ پاکی میں نیت سے پہلے غسل کرنا مستحب ہوتا ہے۔ نیت اور تلبیہ کہتے ہی احرام کے احکام شروع ہو جائیں گے۔ مکہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کیا جائے اس حالت میں طواف کرنا یا مسجد میں جانا اس کے لئے جائز نہیں بلکہ مکۂ مکرمہ پہنچنے کے بعد اپنی رہائش گاہ پر رہے جب حیض سے فارغ ہو کر غسل کر لے، اس کے بعد مناسک کی ادائیگی کے لئے مسجدِ حرام جائے۔ (فتاویٰ قاضی خان، 1/265- الھدایہ مع البنایہ، 4/323- بہار شریعت، 1/1071)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 نومولود بچی کے بالوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیدائش کے بعد بچی کو گنجا کروا کر اُس کے بالوں کا کیا کریں؟ شریعت اس بارے میں کیا راہنمائی کرتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچہ ہو یا بچی دونوں کے لئے حکم یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن اُس کا سر مونڈ کر اُن بالوں کے وزن برابر سونا یا چاندی صدقہ کرنا مستحب ہے، یہی بات خود رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فرمان سے بھی ثابت ہے۔ البتہ بعض لوگوں میں ایک فضول رسم یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بچے کے پیدائشی بالوں کو سنبھال کر رکھتے ہیں، اس کا شریعت میں کوئی حکم نہیں، بلکہ شرعاً بالوں کو دفن کرنے کا حکم ہے، لہٰذا ان بالوں کو بھی ممکنہ صورت میں دفن کر دیا جائے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، 9/554- بہار شریعت، 3/335-1/1044)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حضرت عائشہ کے اعلیٰ اوصاف (قسط 6)

گزشتہ سے پیوستہ اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ اوصاف کا ذکرِ خیر جاری ہے، پچھلی قسط میں آپ کے زہد و تقویٰ سے متعلق کچھ باتیں بیان ہوئیں، اس حوالے سے مزید کچھ باتیں ملاحظہ فرمایئے:

سیدہ عائشہ کا لباس اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عام طور پر بغیر پائنچوں والا پاجامہ، کُرتا، دوپٹا اور نقاب زیبِ تن فرمایا کرتیں،[1] نیز آپ اپنے کپڑے اس وقت تک استعمال کرنا پسند فرماتیں جب تک وہ پہنے جانے کے قابل رہتے، جیسا کہ ایک مرتبہ آپ اپنا بغیر پائنچوں والا پاجامہ سی رہی تھیں کہ کسی نے عرض کی: اے اُمُّ المومنین! کیا اللہ پاک نے مال و دولت کی کثرت نہیں فرمائی؟ فرمایا: چھوڑو (ان باتوں کو)! وہ نئے کپڑوں کا حق دار نہیں جو پرانے کپڑے استعمال نہ کرے۔[2]

خوفِ خدا کا عالم جب آپ نماز میں یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرتیں: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ (پ27، الطور:27) (ترجمہ: تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا۔) تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتیں: اے اللہ پاک! مجھ پر بھی احسان فرما اور مجھے (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچا۔[3] اسی طرح آپ کے بھتیجے حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں: میری عادت تھی کہ میں صبح اُٹھ کر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتا۔ ایک دن صبح اٹھا تو دیکھا کہ آپ چاشت کی نماز میں مشغول ہیں اور اس آیتِ مبارکہ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ (پ27، الطور:27) کی بار بار تلاوت کر کے روئے جا رہی ہیں، میں فراغت کے انتظار میں کھڑے کھڑے تھک گیا، لیکن آپ اسی حالت میں رہیں تو میں بازار چلا گیا تا کہ ضرورت کی چیزیں لے کر آ جاؤں۔ واپس آ کر دیکھا تو آپ مسلسل وہی آیتِ مُبارکہ پڑھ رہی ہیں اور روئے جا رہی ہیں۔[4] اسی طرح آپ کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ جب بھی یہ آیت تلاوت کرتیں: وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (پ22، الاحزاب:33) (ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔) تو اس قدر روتیں کہ آنسوؤں سے دوپٹا تر ہو جاتا۔[5]

آپ صدیقہ پدر صدیق اور شوہر نبی
میکہ و سسرال اعلیٰ آپ خود ہیں بہتریں

سخاوتِ سیدہ عائشہ

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بلاشبہ اعلیٰ اوصاف کو بھی ناز ہے کیونکہ آپ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی لاڈلی و مقدس بیوی اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لاڈلی شہزادی بھی ہیں کہ جنہوں نے کئی بار اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کر کے جود و سخاوت کی عظیم داستانیں رقم کیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان پاکیزہ ہستیوں کا فیضان خوب نصیب ہوا اور آپ بھی سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ خدا میں بڑی بڑی رقمیں اور قیمتی چیزیں تک خیرات کرنے سے گریز نہ کرتیں۔ آپ کی سخاوت کے چند ایمان افروز واقعات پیشِ خدمت ہیں:

حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی عورتیں نہیں دیکھیں۔[6] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت اس درجہ تھی کہ ان کے بھانجے حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہُ عنہما نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کے تصرفات مجور کر دیئے (یعنی روک دیئے) تھے۔[7] ہزار ہا روپے ایک جلسے میں محتاجوں کو تقسیم فرما دیتیں۔[8] آپ اپنے پاس کچھ نہ رکھتیں جو کچھ بھی آتا اس کو صدقہ کر دیتیں۔[9]

دوسروں کی خاطر قرض لیتیں اُمُّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (دوسروں کی خاطر) کثرت سے قرض لیتی تھیں۔ آپ سے عرض کی گئی کہ آپ کس مقصد کے لئے قرض لیتی ہیں؟ تو فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ اپنا قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ پاک کی طرف سے اس کے لئے ایک مددگار ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اسی مددگار کی تلاش میں ہوں۔[10] ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ پاک اس بندے کے لئے رزق کا سبب پیدا فرما دیتا ہے۔[11]

جو پاس ہوتا راہِ خدا میں دے دیتیں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے ہوئے آئی، میں نے اسے تین کھجوریں دے دیں۔ اُس عورت نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک خود کھانے کے ارادے سے اپنے منہ کی طرف لے جانا ہی چاہتی تھی کہ اُس کی دونوں بیٹیوں نے تیسری کھجور بھی مانگ لی تو اس نے اپنی کھجور بھی دو حصوں میں بانٹ کر اپنی بچیوں کو دے دی۔ مجھے اس کا یہ عمل بہت پسند آیا اور جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اِس بات کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک نے اس عورت کے اس عمل کے سبب اس پر جنت واجب کر دی ہے۔ یا (یہ فرمایا کہ) اس عورت کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔[12] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کسی مسکین نے کچھ مانگا، اس وقت آپ روزہ دار تھیں اور پاس صرف ایک ہی روٹی تھی، آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس مسکین کو دے دو۔ اس نے عرض بھی کی کہ پھر روزہ کس سے افطار کریں گی؟ مگر آپ نے روٹی اس مسکین کو دینے کا حکم دیا اور اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا، پھر شام کو اہلِ بیت میں سے یا کسی نے آپ کو بکری کے گوشت کا ہدیہ بھیجا تو آپ نے خادمہ کو بلا کر ارشاد فرمایا: اس میں سے کھاؤ! یہ تمہاری روٹی سے بہتر ہے۔[13] ایک مرتبہ آپ نے اپنا مال و اسباب ایک لاکھ درہم میں بیچ کر رقم راہِ خدا میں تقسیم کر دی، پھر جو کی روٹی سے روزہ افطار کیا۔[14]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہُ عنہ وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتے تھے، مگر وہ سب بھی آپ راہِ خدا میں دے دیتیں۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہُ عنہ نے آپ کو ایک لاکھ مالیت کا ہار بھیجا جسے آپ نے دیگر امہات المومنین میں تقسیم فرما دیا۔[15] یہ ہار سونے کا تھا جس میں قیمتی پتھر لگے ہوئے تھے۔[16] ایک مرتبہ ایک لاکھ درہم پیش کئے گئے تو آپ نے شام ہونے سے پہلے ہی راہِ خدا میں تقسیم کر دیے۔ خادمہ نے عرض کی: کاش! آپ ان میں سے ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیتیں! تو ارشاد فرمایا: اگر پہلے بتا دیتیں تو میں تمہیں بھی کچھ دے دیتی۔[17] ایک مرتبہ کچھ کپڑے، چاندی اور دیگر سامان پیش کیا گیا جو آپ کے حجرے کے پاس رکھ دیا گیا، جب آپ باہر تشریف لائیں تو اسے دیکھ کر رونے لگیں۔ پھر فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس قسم کا مال و اسباب نہیں پایا۔ پھر آپ نے وہ سارا سامان راہِ خدا میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا حالانکہ اس وقت آپ کے پاس ایک مہمان بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے (دنیا سے پردہ فرمانے کے) بعد کثرت سے روزے رکھا کرتی تھیں، جب افطار کا وقت ہوتا تو روٹی اور زیتون کے ساتھ روزہ افطار کرتیں۔ (ایک بار) ایک عورت نے عرض کی: اے اُمُّ المومنین! جو مال آپ کو ہدیہ کے طور پر دیا گیا اگر آپ حکم دیتیں تو اس میں سے ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت خرید لیا جاتا تا کہ ہم اسے کھاتیں۔ فرمایا:

یہی کھاؤ!اللہ پاک کی قسم!اس میں سے ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت عبدُ الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے انگوروں کی کچھ ٹوکریاں پیش کیں تو آپ نے انہیں بھی تقسیم کر دیا۔مگر خادمہ نے بتائے بغیر اس میں سے ایک ٹوکری اٹھالی اور رات کو جب وہ ٹوکری لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا:یہ کیا ہے؟تو اس نے عرض کی:میں نے ایک ٹوکری اپنے کھانے کے لئے اٹھالی تھی۔اس پر آپ نے اس سے فرمایا:تونے ایک گچھا کیوں نہ اٹھایا(پوری ٹوکری کیوں اٹھالی)؟اللہ پاک کی قسم! میں اس میں سے کچھ نہیں کھاؤں گی۔(18)

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مال کے دو تھیلے بھیجے جن میں تقریباً 80 ہزار یا ایک لاکھ درہم ہوں گے،اس دن آپ روزے سے تھیں، آپ نے ایک بڑا تھال منگوا کر وہ مال اس میں رکھا اور تقسیم کرنے لگیں یہاں تک کہ شام تک ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔ پھر جب خادمہ سے فرمایا:افطاری کا سامان لے آؤ!تو وہ روٹی اور زیتون کا تیل لے کر حاضر ہوئی،اس وقت آپ کی خدمت میں حضرت اُمِّ ذَرَّہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں،انہوں نے عرض کی:آج آپ نے جو مال تقسیم کیا ہے اس میں سے کچھ بچا کر ہمارے لئے تھوڑا سا گوشت ہی خرید لیتیں تاکہ اس سے روزہ افطار کر لیا جاتا۔تو آپ نے فرمایا:مجھے شرمندہ نہ کرو!اگر مجھے یاد دلا دیتیں تو میں ضرور کچھ نہ کچھ رکھ لیتی۔(19)

جلیلُ القدر تابعی و مُحدِّث حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:میں نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ عنہا کو 70 ہزار درہم راہِ خدا میں صدقہ کرتے دیکھا حالانکہ اُن کی قمیص کے مبارک دامن میں پیوند لگا ہوا تھا۔(20) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ قسم کھائی تو اس کے کفّارے میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔(21)

پیٹ بھر کر کھانا کھالیتیں تو! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی پیٹ بھر کر کھالیتیں تو رونے لگتیں۔وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جس پر دنیا سے جدائی فرمائی کہ کبھی بھی دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہ آئی۔(22) ایک روایت میں ہے:حضور نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا حالانکہ کھاسکتے تھے مگر ایثار کر دیا کرتے تھے۔(23)

عائشہ صدیقہ روتی تھیں نبی کی بھوک پر
ہائے!بھرتی ہیں غذائیں ہم پیٹ میں ٹھونس کر

یہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عشقِ رسول ہے کہ اگر کبھی پیٹ بھر کر کھا بھی لیں تو غمِ مصطفےٰ میں روتیں اور آہ!ہم گنہگاروں کا حال یہ ہے کہ گلے تک خوب ڈٹ کر کھالیں اور پیٹ مکمل بھر جائے مگر دل نہ بھرے۔

اہم وضاحت یاد رہے!جب بھی روایات میں اللہ والوں کے پیٹ بھر کر کھانے کا ذکر پائیں تو اس سے ایک تہائی پیٹ کا کھانا ہی مراد لینا چاہیے،کیونکہ ہمارے پیٹ بھر کر کھانے اور ان کے پیٹ بھر کر کھانے میں فرق ہوتا ہے۔جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں:

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

ترجمہ:پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ)اور شِیر(دودھ)برابر ہیں۔(24)

---

(1) طبقات ابنِ سعد،8/55 (2) طبقات ابن سعد،8/58 (3) شعب الایمان،2/375، حدیث:2092 (4) احیاء العلوم،5/147 (5) الزہد لامام احمد،ص185،حدیث:911 (6) تاریخ ابنِ عساکر،69/19 (7) بخاری،4/119، حدیث:6073-6075 ماخوذاً (8) فضائلِ دعا،ص277 (9) بخاری،2/475، حدیث:3505 (10) مسند امام احمد،40/497،رقم:24439 (11) معجم اوسط،5/360،حدیث:7608 (12) مسلم،ص1085، حدیث:6694 (13) موطا امام مالک،2/473،رقم:1929 (14) حلیۃ الاولیاء،2/58، رقم:1474 (15) سیر اعلام النبلاء،3/464 (16) صفۃ الصفوۃ،2/21 (17) تاریخ ابنِ عساکر، 59/192 (18) حلیۃ الاولیاء،2/59،رقم:1475 (19) الزھد لھناد،1/337،حدیث: 619 (20) مدارج النبوت،2/473 (21) بخاری،4/119، حدیث:6073-6075 (22) ترمذی،4/159،حدیث:2363 (23) ترغیب وترہیب،4/92،حدیث86 (24) مثنوی مولوی معنوی،1/58

اُمورِ خانہ داری

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

امیرُ المومنین حضرت علیُّ المرتضیٰ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: اہلِ بیت میں سے میری اہلیہ حضرت فاطمہ رضی اللہُ عنہا پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی تھیں۔ آپ خود ہی چکی چلایا کرتیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے، مشکیزے میں پانی بھی خود ہی بھر کر لاتیں جس کی وجہ سے ان کے سینے پر نشان پڑ گئے۔ گھر کی صفائی وغیرہ بھی خود ہی کرتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے غبار آلود ہو جاتے اور ہنڈیا کے نیچے آگ بھی خود ہی جلایا کرتیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے ہو جاتے۔[1] ایک مرتبہ آپ بارگاہِ رسالت میں خادمہ مانگنے کے لئے حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ فرمایا: جب سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو 33 مرتبہ سُبْحَانَ الله، 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور 34 مرتبہ اَللهُ اَكْبَر پڑھ لیا کرو۔[2]

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہُ عنہا کے اس واقعے میں ہمارے سیکھنے کے لئے بہت کچھ موجود ہے۔ گھر کے کام کاج کرنا عام طور پر خواتین کی ایک تعداد کو بوجھ معلوم ہوتا ہے اور سارے گھر کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کافی تھکن بھی ہو جاتی ہے، لیکن اگر انہی کاموں کو کرنے کا ذہن بنا لیا جائے اور اچھی نیتوں سے گھریلو کام کیے جائیں تو نہ صرف ثوابِ آخرت کا ذریعہ ہوں گے بلکہ یہ کام کرنے میں کوفت بھی محسوس نہ ہوگی۔ یہ تو طے ہے کہ اُمورِ خانہ داری عورت ہی کے معاملات ہیں، لہٰذا سب سے پہلے تو خاتونِ خانہ کو یہ قبول کر لینا چاہئے کہ یہ کام اسے ہی کرنے ہیں۔ اگرچہ گھر کے دیگر افراد کو بھی حسبِ توفیق حصہ لینا چاہئے، لیکن مجموعی طور پر یہ ذِمّہ داری عورت ہی کی بنتی ہے کہ وہ گھر کے کاموں کو اچھے طریقے سے Manage کرے۔ اس لئے جھنجلانے و چڑنے کے بجائے رضائے الٰہی کے حصول، والدین یا شوہر کی اطاعت کرنے اور گھر کے دیگر افراد کو خوش کرنے جیسی اچھی نیتوں کے ساتھ گھریلو کام نمٹانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔

رات کو سونے سے پہلے اگلے دن کیے جانے والے کاموں کی ایک لسٹ بنا لیجئے کہ کل کیا پکانا ہے اور دیگر کون کون سے کام کرنے ہیں؟ اس طرح آپ ذہنی انتشار کا شکار نہیں ہوں گی اور تمام کام خوش اُسلوبی سے مکمل ہوں گے۔ پھر کاموں کو ان کے درست وقت پر کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ موبائل پر فضول گپ شپ میں لگی رہیں اور جب کھانا بنانے کھڑی ہوں تو گھر کے دیگر افراد بھوکے بیٹھے انتظار کر رہے ہوں یا گیس ہی غائب ہو جائے۔ غیر شادی شدہ خواتین کو بھی گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا چاہئے تاکہ آنے والی زندگی میں کام کاج کرنے کی عادت ہونے کے سبب پریشانی کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے۔

اگر آپ کاموں کی کثرت کے باعث تھک جائیں تو تھکن دور کرنے کے لئے تسبیحِ فاطمہ کو پڑھیے اور رضائے الٰہی کی نیت سے اس وظیفے کو اپنے معمولات میں شامل رکھیے، ان شاء اللہ تھکن سے نجات ملنے کے ساتھ ساتھ ثواب کا خزانہ بھی حاصل ہو گا۔ اللہ پاک ہمیں خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہُ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسند امام احمد، 2/435، حدیث: 1313 2 کتاب الدعاء، ص94، حدیث: 231

رخصتی

(قسط 1)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
دفتر ذمہ دار پاک سطح، شعبہ حج و عمرہ کراچی

گزشتہ سے پیوستہ شادی کی رسموں سے متعلق رسومات کے بیان کا سلسلہ جاری ہے:

رخصتی سے پہلے کی رسومات

دلہا دلہن کی انٹری شادی ہال میں دلہا دلہن کے اکٹھے داخل ہونے کی ویڈیو اور تصاویر بنانا اب ایک رسم بن چکا ہے اور اس پر کثیر رقم بھی خرچ کی جاتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ تیز آواز میں گانوں کی دھن پر دلہا دلہن ہاتھ تھامے شادی ہال میں داخل ہوتے ہیں، Blower سے پھول اڑائے جاتے ہیں، بعض جگہوں پر مصنوعی برف باری کا سا ماحول بنایا جاتا ہے، ماحول کو مزید پرکشش بنانے کے لیے ڈسکو اور اسپاٹ لائٹس وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، دلہا دلہن سب کے سامنے حیا سوز انداز میں تصاویر بنواتے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے معاذ اللہ فلم کی شوٹنگ چل رہی ہو، سب کی نگاہیں انہی پر جمی ہوتی ہیں، اگر کوئی کہیں مصروف بھی ہو تو اس دوران ہال کی مکمل لائٹس بند کر دی جاتی ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی سب کی نظر ادھر ہو جائے اور سب ہی ان گناہوں بھرے مناظر کو دیکھنے میں شریک ہوں۔ الامان و الحفیظ! اس موقع پر دلہن جانے انجانے میں غیر محرموں کو بدنگاہی کی کھلے عام دعوتِ گناہ دیتی نظر آتی ہے، کیونکہ وہ اپنی شادی کی تصاویر اور ویڈیوز کو یادگار بنانے کے لئے غیر محرموں کے سامنے مختلف پوز بنوا کر ایسی حرکات بھی کرتی نظر آتی ہے جس کی شریعت بالکل اجازت نہیں دیتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ بلا اجازتِ شرعی تصویر بنانا بنوانا بالاتفاق حرام ہے، بکثرت احادیثِ مبارکہ سے اس کی حُرمت ثابت ہے، جبکہ ویڈیو کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ ناجائز کہنے والے علما اسے تصویر پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز کہتے ہیں، علمائے محققین ویڈیو اور تصویر میں فرق کرتے ہیں، جبکہ دارُ الافتا اہلسنت کا فتویٰ اگرچہ ویڈیو کے جواز پر ہے، مگر خیال رہے کہ ویڈیو کے جائز ہونے کا حکم جائز پروگرامز کے بارے میں ہے جیسے علمائے اہلسنت کے بیانات، تلاوتِ قرآن اور نعت کی مooویز وغیرہ اور ناجائز امور کی مووی جیسے شادی کے موقع پر بے پردہ عورتوں کی موویز یونہی فلموں، ڈراموں، گانوں، باجوں وغیرہ کی موویاں بنانا، بنوانا ناجائز و حرام ہیں۔[1] لہٰذا ان ناجائز اور خلافِ شرع کاموں سے بچنے میں ہی عافیت ہے۔

Anti camera pouch کا استعمال موجودہ دور میں دیکھا جائے تو تقریباً ہر ایک کے پاس جدید فون میں بہترین کیمرا ضرور ہوتا ہے جس سے وہ ہر موقع کی تصاویر بناتا دکھائی دیتا ہے اور اس معاملے میں بسا اوقات کسی کی پرائیویسی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ تصویریں بے پردگی کا سبب ہی نہیں بنتیں، بلکہ ان کے غلط استعمال سے دیگر مسائل بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً مشہور شخصیات کی سیکورٹی کے لیے خطرہ ہو سکتی ہیں اور ویسے بھی بعض لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ ان کی تصاویر منظرِ عام پر آئیں، نیز پردے کا ذہن رکھنے والے بھی ایسے ماحول میں اپنی پرائیویسی برقرار نہیں رکھ پاتے، لہٰذا ان معاملات سے بچنے کے لیے بعض شادیوں میں دروازے پر ہی موبائل کے لیے ایک anti camera pouch یا بیگ دے دیا جاتا ہے، جس سے موبائل کی اسکرین کو تو استعمال کیا جا سکتا ہے مگر اس سے تصویر نہیں لی جا سکتی۔ اس میں موبائل ڈال کر

دروازے پر ہی Seal کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بہترین چیز ہے جو بے پردگی سے بچنے کے لیے مناسب ہے۔

ساس کا داماد کو سونے کی انگوٹھی پہنانا کئی جگہوں پر یہ رسم بھی ہوتی ہے کہ جب دلہا اسٹیج پر آجاتا ہے تو دلہن کی ماں اسے سونے کی انگوٹھی پہناتی ہے۔ اس میں دو باتیں قابلِ غور ہیں: پہلی یہ کہ سونا پہننا مرد پر حرام ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے: چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں مرد کے لیے پہننا حرام ہے۔[2] لہٰذا سونے کی انگوٹھی کی اجازت نہیں، صرف چاندی کی بغیر نگینے والی انگوٹھی بھی نہ پہنائی جائے، البتہ! بطور تحفہ انگوٹھی دینے میں حرج نہیں۔ دوسری بات دلہن کی والدہ کا اپنے داماد کو انگوٹھی پہنانا تو اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد دلہا دلہن کی والدہ کا محرم ہو چکا ہوتا ہے مگر احتیاط ہی بہتر ہے۔

سسر کا داماد کو گھڑی پہنانا ایک رسم یہ بھی ہوتی ہے کہ دلہن کے والد دلہے کو گھڑی پہناتے ہیں، یہ بطور تحفہ ہوتی ہے اور تحفہ دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ محبت میں اضافے کا سبب ہے، مگر کچھ امیر لوگ اپنی مالداری کے اظہار کے لیے دلہے کو سونے یا چاندی کی گھڑی پہناتے ہیں۔ خیال رہے کہ سونے کی گھڑی کلائی پر باندھنا اور اس میں وقت دیکھنا دونوں ناجائز ہیں۔[3] امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سونے کی گھڑی یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا مرد و عورت سب کو حرام ہے۔[4] لہٰذا اس طرح کا تحفہ بھی نہ دیا جائے۔

سر ٹکرانے کی رسم عام طور پر رخصتی سے پہلے سلامی کے لیے دلہا دلہن کو ساتھ بٹھایا جاتا ہے، مگر ایک مخصوص علاقے میں اس رسم کی ادائیگی کا طریقہ انتہائی عجیب ہے اور وہ یوں کہ دلہا دلہن کو ایک دوسرے کے سامنے بٹھایا جاتا ہے، ویسے دلہا دلہن اسٹیج پر رکھے صوفوں پر بیٹھتے ہیں، لیکن اس رسم کی ادائیگی کے لیے اسٹیج پر رلّی (رنگین کپڑے کے ٹکڑوں سے بنائی ہوئی مختلف نمونے کی چادر یا رضائی) بچھا کر ان کو اس پر بٹھاتے ہیں، اس کے بعد ان دونوں کے تمام رشتے دار اسٹیج پر آکر دونوں کے سر کو تین تین بار ایک دوسرے سے ٹکرانے کے بعد سلامی کی صورت میں انہیں پیسے دیتے جاتے ہیں، اس رسم میں چونکہ غیر مسلموں کی مشابہت پائی جاتی ہے، لہٰذا اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

دودھ پلائی رخصتی سے پہلے کی ایک مشہور رسم دودھ پلائی بھی ہے جس میں دلہن کی بہنیں دلہے کو خوبصورت سے گلاس میں دودھ پلاتی ہیں جو اسپیشل میوہ جات سے بھرپور خوش ذائقہ ہوتا ہے، یہ گلاس خاص اس کام کے لئے الگ سے مہنگے داموں خریدے جاتے ہیں اور عموماً دودھ پلائی کی رسم کے بعد انہیں استعمال بھی نہیں کیا جاتا، یہ اسراف یعنی مال ضائع کرنا ہے۔ البتہ دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ حلال ہے اور اللہ پاک کی نعمت ہے، لیکن اس کی خرافات اس کے عدمِ جواز کا سبب ہیں، مثلاً دودھ پلانے والی نامحرم لڑکیاں تب تک دلہے کی جان نہیں چھوڑتیں جب تک کہ ان کو منہ مانگی رقم نہ دے دی جائے۔ چنانچہ یہ رسم اپنی موجودہ رائج صورت میں بے پردگی وغیرہ کی وجہ سے شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ اگر دلہے نے اپنی عزت بچانے کی خاطر رقم دی تو وہ رشوت کے حکم میں ہے۔[5] اگر اس رسم میں صرف دودھ پلایا جائے اور دیگر خرافات نہ ہوں اور دلہا اپنی خوشی سے رقم دے تو حرج نہیں۔ پھر رقم کا لینا بھی جائز ہے۔ البتہ! نوجوان لڑکیوں کو بھی چاہیے کہ اس قسم کی رسومات سے دور رہیں اور اگر انہیں رشتہ داروں کی ناراضی کا خوف ہو تو یاد رکھیں کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔[6] ہاں! اگر لڑکیاں بالغ نہ ہوں اور وہ دودھ پلائیں تو حرج نہیں۔

شادی کے تحائف شادی کے موقع پر تحائف دینا بھی رسم بن چکا ہے۔ اس میں زیادہ تر لوگ ایسی چیزیں دیتے ہیں جو کام میں نہیں آتیں یا پھر وہ پہلے سے موجود ہوتی ہیں یا پھر کسی کو سمجھ نہیں آتا تو وہ کافی کپ اٹھا لاتا ہے اور زیادہ تر فوٹو فریم کی

بھرمار ہوتی ہے۔ دلہا دلہن یا کسی کو بھی تحفہ دینا ہو تو ایسا تحفہ دیں کہ جو کار آمد ہو اور اگر ممکن ہو تو جس کو تحفہ دینا ہو پہلے اُس کی حاجت معلوم کر لی جائے کہ اسے کس چیز کی حاجت و ضرورت ہے؟ پھر اس کی حاجت کے مطابق اسے تحفہ پیش کر دیا جائے۔ البتہ! فوٹو فریم اگر کوئی طلب بھی کرے تو نہ دیں، کیونکہ آپ فریم دیں گے تو اس میں لازماً تصویر لگا کر گھر میں لٹکائی جائے گی، اس میں تصویر کی تعظیم لازم آئے گی نیز تصویر کو تعظیم کے ساتھ رکھنا حرام و گناہ ہے اور ایسی جگہ رحمت کے فرشتے بھی داخل نہیں ہوتے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔(7) تحائف کی جگہ رقم دینا زیادہ اچھا ہے کہ رقم کسی بھی مشکل یا کام میں آسانی کا سبب بنے گی۔

تلاوتِ قرآن کروانا بعض لوگ دلہن سے تلاوتِ قرآن کرواتے ہیں۔ کہیں اسٹیج پر ہی ایسا کرتے ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ ساؤنڈ سسٹم کا بندوبست کیا ہوتا ہے اور کہیں رخصتی کے بعد دلہن کے گھر پہنچنے پر سب سے پہلے یہ کام کروایا جاتا ہے تاکہ اس کا پہلا کلام تلاوت ہو۔ بلاشبہ تلاوتِ قرآن نزولِ سکینہ کا سبب ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے، لہٰذا دلہن کو ایسی جگہ پر بٹھا کر تلاوت کروائی جائے جہاں پر تلاوت کی آواز نامحرم تک نہ پہنچے۔

مقامِ افسوس ہے! شادی کے موقع پر دنیا جہاں کی رسمیں تو ادا کی جاتی ہیں، مگر نماز جو ہر حال میں فرض ہے چاہے سفر و حضر ہو یا خوشی و غمی کا موقع، بعض نادان عورتیں شادی بیاہ کے موقع پر معاذ اللہ میک اپ خراب ہونے کے ڈر سے یا سستی، غفلت اور عدم توجہ کے سبب نمازیں قضا کر دیتی ہیں۔ بے شک دین سخت نہیں مگر یاد رہے! بغیر کسی وجہ شرعی کے ایک وقت کی نماز بھی قضا کر دینا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے جان بوجھ نماز چھوڑی تو اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہو گا۔(8) شادی کا موقع ہو یا کوئی بھی خوشی کا لمحہ دلہن سمیت ہر ایک کو اپنی نمازوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، ایسی صورت میں دلہن کو چاہیے کہ اپنی نماز کا خیال رکھتے ہوئے پہلے سے ہی باوضو رہے تاکہ نماز کے اوقات میں دشواری نہ ہو۔ ورنہ ہزاروں کا میک اپ کر لینے کے بعد بھی وضو کر کے نماز پڑھنا ہی لازم رہے گا تیمم کی اجازت نہ ہو گی، جیسا کہ دار الافتاء اہلسنت کی طرف سے اسی کی مثل پوچھے گئے سوال کا جو جواب دیا گیا اس کا خلاصہ ہے کہ دلہن پر بدستور وضو کر کے ہی نماز پڑھنا شرعاً فرض رہے گا۔ کیونکہ میک اپ کا خراب ہو جانا ایسا عذر نہیں ہے جس کے سبب اسے تیمم کرنا جائز ہو۔ البتہ ممکنہ صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ دلہن باوضو ہو کر میک اپ کرے، اور پھر اس وضو کو برقرار رکھے تاکہ نمازوں کے اوقات میں اس کو وضو نہ کرنا پڑے، یوں یہ باوضو ہو کر نمازیں پڑھ سکے گی اور میک اپ پر بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تاہم اگر باوضو ہو کر میک اپ تو کر لیا اور میک اپ کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی حاجت پیش آئی تو اب دوبارہ وضو کرنا ضروری ہو گا، فقط میک اپ کے خراب ہو جانے کے سبب تیمم نہیں کر سکتی۔(9)

بھاری لباس کے سبب بیٹھ کر نماز پڑھنا دلہن کو بھاری لباس پہننے کے سبب کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں: بیٹھ کر فرض و واجب نماز یا فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی اس صورت میں یہ نمازیں ادا ہوں گی۔ ان نمازوں میں قیام فرض ہے اور میک اپ یا بھاری لباس قیام معاف ہونے کا سبب نہیں۔(10)

---

(1) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Lar:6153 (2) فتاویٰ شامی، 9/592 (3) زینت کے شرعی احکام، ص163 (4) فتاویٰ رضویہ، 22/129 (5) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر Web-864 ملخصاً (6) مسند امام احمد، 2/14، حدیث: 671 (7) بخاری، 3/19، حدیث: 4002 (8) حلیۃ الاولیاء، 7/299، حدیث: 10590 (9) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر Web-758 (10) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر Web-1143

بُری عادتیں (قسط 5)

بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز زمان بہاولپور

اسٹوڈنٹس کے دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کے اسباب و وجوہات ذکر کیے جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ ذیل میں بیان کردہ بعض بُری عادتیں ایسی ہیں جو اسٹوڈنٹس میں پائی جائیں تو حُصولِ علمِ دین میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

حصولِ علم میں سنجیدہ نہ ہونا

سنجیدگی کا لفظ اپنے اندر انتہائی وسعت سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا یوں کہا جاسکتا ہے: ☆ سنجیدگی ڈھنگ سے جینے کی بنیادی و اہم ترین شرط ہے کیونکہ یہ عمدہ طرزِ زندگی کے لیے اوّلین حیثیت رکھتی ہے۔ ☆ سنجیدگی کامیاب زندگی کے متعلق پکی اور دیانت دارانہ رائے رکھنے کا نام ہے۔ ☆ سنجیدگی حقیقت پسندی کا نام ہے۔ ☆ سنجیدگی خود اعتمادی، مثبت افکار و نظریات سے متصف ہونے کا نام ہے۔ ☆ محبت، شفقت، نرمی، عمدہ اخلاق کا حامل ہونا بھی سنجیدگی ہے۔ ☆ اپنے کاموں کو وقار، خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا بھی سنجیدگی ہے۔ ☆ اعمال و گفتار کو تدبُّر، فہم و فراست، بردباری، تحمل مزاجی اور شائستگی سے آراستہ کرنا بھی سنجیدگی میں شمار ہوتا ہے۔ ☆ سنجیدگی مُروَّت و خود داری کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اپنے منصب و عہدے کی ذمہ داریوں کو اخلاص و وفاداری سے نبھانا بھی سنجیدگی ہے۔ الغرض سنجیدگی کے دامن سے بہت سی اچھائیاں اور بھلائیاں وابستہ ہیں جن کا حصول کامیاب زندگی کے لیے ضروری ہے۔

ہر وقت چہرے پر اداسی طاری کیے رکھنے کو سنجیدگی نہیں بلکہ خشکی کہتے ہیں۔ مسکرانا اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا سنجیدگی کے خلاف نہیں لہٰذا جب کسی سے ملاقات ہو تو حسبِ ضرورت مسکرایئے اور خندہ پیشانی سے پیش آیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: اَلْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللّٰه یعنی قہقہہ شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ پاک کی طرف سے ہے۔(1) مسکرانا ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی۔ حسبِ ضرورت ایسی خوش طبعی کرنا جس سے کسی کی نہ ذلت ہو اور نہ دل دکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ فضول باتیں کرنا اور قہقہے مار مار کر ہنسنا سنجیدگی کے خلاف ہے کیونکہ قہقہہ شیطان کی طرف سے ہے۔ یاد رکھیے! قہقہہ مار کر ہنسنا سنت نہیں ہے مگر ناجائز و حرام بھی نہیں، لہٰذا اگر کوئی استاد صاحب، عالمِ دین یا اور کوئی قابلِ تعظیم شخصیت قہقہہ لگائے تو ان کے بارے میں کسی قسم کی میل دل میں نہ لائیں اور نہ ہی انہیں ناجائز و حرام کام کرنے والا ٹھہرائیں۔(2)

سنجیدگی کے مفہوم کے پیشِ نظر یہ بات جاننا مشکل نہیں ہے کہ سنجیدہ پن زندگی کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ سنجیدگی کا ہی تو کمال ہے کہ چھوٹے لوگوں کو بھی بڑے بڑے کاموں کے لیے تیار کر لیتی ہے۔ اس لیے اپنی طبیعت و مزاج میں سنجیدگی کا وصف پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ سنجیدگی سے ہی ہمارے معاملات میں ٹھہراؤ، سکون، وقار و شائستگی اور استقامت پرورش پاتی ہے۔ چنانچہ،

حصولِ علمِ دین جیسے اہم ترین معاملے میں اسٹوڈنٹس کا سنجیدہ ہونا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ حصولِ علم ایسا شعبہ ہے جو اول تا آخر سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے۔ ہر اس فرد نے ترقی پائی ہے جس نے سنجیدگی کو حرزِ جاں بنایا اور انہی اسٹوڈنٹس نے علم کی معراج پائی جنہوں نے اس راہ کی منازل سنجیدگی کی

سیڑھی پہ سوار ہو کر طے کیں، یہاں تک کہ آخرت میں بھی بخشش کا پروانہ پایا، جیسا کہ کسی بزرگ کو خواب میں دیکھ کر جب یہ پوچھا گیا کہ اللہ پاک نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے اپنی بخشش کا سبب یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے کبھی بھی سنجیدگی کو مذاق کے ساتھ نہیں ملایا (یعنی سنجیدہ بات کو مذاق میں نہیں ڈھالا اور ہمیشہ سنجیدہ رہے)۔[3]

لہٰذا اسٹوڈنٹس کو چاہیے کہ وہ اپنی پڑھائی کے ساتھ سنجیدہ ہوں، وقت کو مذاق مسخری میں نہ گزاریں، تاکہ علمِ دین کے سارے فوائد کو حاصل کر سکیں۔ بداخلاقی سے بھی بچتے رہیں کہ لوگوں کا ان سے بدظن ہونا دین سے دوری کا سبب نہ بن جائے۔ لیکن افسوس! بعض نادان اسٹوڈنٹس لاکھ کوششوں کے باوجود اپنی پڑھائی کو سنجیدہ لیتے ہی نہیں اور فضول کاموں میں اپنا قیمتی وقت برباد کر کے انتہائی غیر سنجیدگی کا ثبوت دیتے ہیں جیسے بن بتائے چھٹیاں کرنا، وقت پہ حاضر نہ ہونا، کلاس روم میں شور شرابا کرنا، استطاعت کے باوجود کتابیں نہ خریدنا، ٹیچرز کی نصیحتوں کو نظر انداز کرنا اور ان کی بات کا سیدھا جواب نہ دینا بلکہ جھوٹ بولنا یا ان کی کسی بات کا مذاق بنالینا یا ان کی نقلیں اتارنا، پڑھائی کے وقت گپیں ہانکنا، موبائل فون میں لگے رہنا، جان بوجھ کر سبق یاد نہ کرنا، اپنی من مانیاں کرنا، مذاق مسخریاں کرنا، بدتمیزی سے پیش آنا اور بات بات پہ لڑائی جھگڑے کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ذکر کی گئی عادات والے اسٹوڈنٹس کی انہی حرکات کے سبب کبھی ان کو ٹیچرز کے سامنے، کبھی کلاس فیلوز کے سامنے اور کبھی ایڈمنسٹریشن کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، افسوس کو چاہئے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنی ذات سے ان بری عادات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں کیونکہ جب تک یہ ان عادات میں مبتلا رہیں گے اور اپنے مزاج میں سنجیدگی نہیں لائیں گے تو کامیابی کا حصول بہت مشکل ہو گا اور یہ اسی طرح ہر ایک کے سامنے شرمندہ ہوتے رہیں گے۔ اکثر دیکھا یہی گیا ہے کہ ایسی بری عادات والے اسٹوڈنٹس سے ادارے والے تنگ آکر معذرت کا نوٹس تھما دیتے ہیں، پھر شرمندگی و پچھتاوا اور معافی مانگنا کام نہیں آتا اور علمِ دین سے محرومی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ لہٰذا ایسے اسٹوڈنٹس کو چاہئے کہ جب وہ علمِ دین کے لیے نکلے ہی ہیں تو وقار کے ساتھ بڑھتے چلے جائیں، شوقِ تعلیم کے ساتھ ساتھ سنجیدگی کو اپنے مزاج کا حصہ بنائیں تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں اور اعلیٰ کامیابی کا حصول آسان ہو جائے۔ مذاق مسخری کی عادت نکال دیں، سنجیدہ کلاس فیلوز کی صحبت میں رہیں اور غیر سنجیدہ کلاس فیلوز سے دور رہیں، اپنے اندر سنجیدگی پیدا کرنے کے لئے بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات کا مطالعہ کریں۔ مثلاً مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان یاد رکھیں کہ علم کے لیے وقار اور سنجیدگی سیکھو۔[4] اور حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بھی ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی شخص نے سنجیدگی اور وقار سے اچھا کوئی ہار نہیں پہنا۔[5] امام بہاء الدین مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جلد باز خطا کرتا ہے اگرچہ بادشاہ بن جائے جبکہ سنجیدگی اور وقار سے کام کرنے والا درستی پر ہوتا ہے اگرچہ تباہ و برباد ہو جائے۔[6] جبکہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: سنجیدگی بہت عظیم نعمت ہے اور یہ مذاق مسخری کرنے والوں، فضول گویوں اور شور مچانے والوں کے مقدر میں کہاں![7] اللہ پاک علمِ دین حاصل کرنے والے تمام اسٹوڈنٹس کو اپنے باوقار محبوب کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے وقار و سنجیدگی کی بیش قیمت دولت عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) جامع صغیر، ص386، حدیث:6196 (2) حافظہ کمزور ہونے کی وجوہات، ص31 تا33 (3) احیاء العلوم، 5/264 (4) جامع بیان العلم و فضلہ، ص187، رقم:599 (5) حلیۃ الاولیاء، 5/142، رقم:6625 (6) مستطرف، 1/47 (7) ماہنامہ فیضان مدینہ جولائی 2017، ص25

شرم و حیا

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹر نیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

شرم و حیا ایک ایسا اعلیٰ وصف ہے کہ جس انسان میں یہ نہ ہو تو اس کی دیگر اچھی عادات کا بھی کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ شرم و حیا انسان کا زیور ہے بالخصوص اگر عورت اس زیور سے آراستہ ہو تو اس کے حسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ شرم و حیا والی باپردہ خواتین کا ذکر معاشرے میں ان کے وصف کے ساتھ بڑے احترام سے کیا جاتا ہے اور انہیں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، جبکہ بے پردہ و بے حیا خواتین کو اچھے نام سے یاد نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض اوقات ایسی عورتیں عبرت کا نشان بن جاتی ہیں۔ دور چاہے کوئی سا بھی ہو، زمانے میں کتنی ہی تبدیلیاں آجائیں انداز کتنے ہی بدل جائیں، مگر شرم و حیا کی ہر زمانے، ہر دور اور ہر انداز میں اہمیت رہی ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ چنانچہ شرم و حیا اسلام کی ایک ایسی خوبی ہے جس کا اظہار نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کچھ یوں ارشاد فرمایا کہ ہر دین کا ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق شرم و حیا ہے۔[1] بلاشبہ اس خوبی سے دیگر خوبیوں میں بھی نکھار آتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: بے حیائی جس چیز میں ہو اسے عیب دار کر دیتی ہے اور حیا جس چیز میں ہو اسے زینت بخشتی ہے۔[2] پردہ اور شرم سنتِ انبیاء ہے۔[3] بلکہ اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تو کنواری پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔[4] بلاشبہ حیا کا ایمان سے ایک ایسا مضبوط تعلق ہے کہ جس کے متعلق مروی ہے: جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔[5]

حیا کیا ہے؟ شرم و حیا اس خوبی کو کہتے ہیں جو کسی کو ہر اس چیز سے روک دے جو اللہ پاک اور اس کی مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔ شرم و حیا تمام عادات کو شامل ہے، کلام، انداز، معاملات، لباس یہاں تک کہ اعضا کے اشاروں میں بھی شرم و حیا اثر انداز ہوتی ہے، کیونکہ اشارے بھی اگر شرم و حیا سے خالی ہوں تو انسانی کردار پر دھبہ بن جاتے ہیں۔

شرم و حیا کے فوائد حیا بھلائی ہی لاتی ہے۔[6] یہ غیرت و حمیت کی علامت اور مسلمانوں کا وصف جبکہ بے حیائی غیرت کو ختم کرتی اور غیر مسلموں کا وصف ہے۔ شرم و حیا فطرت کا تقاضا اور تہذیب کی بلندی ہے۔ حیا سے معاشرہ مہذب و پاکیزہ اور خوشگوار ہو جاتا ہے اور خواتین کی عصمت محفوظ ہو جاتی ہے۔ حیا فرمانبردار بناتی ہے، گناہوں سے باز رکھتی ہے، ادب و احترام سکھاتی ہے، معاشرتی برائیوں سے بچاتی ہے، پردہ دار بناتی ہے، غیرت بڑھاتی ہے، خاندانوں میں محبت لاتی اور لوگوں کا محبوب بناتی ہے۔

حیا کس سے کی جائے؟ حیا کا سب سے زیادہ حق دار اللہ پاک ہے اور چونکہ اللہ پاک سے کچھ بھی چھپا نہیں، اس لیے ہر حال میں حیا روحانی ہو یا جسمانی اسی سے کرنا اس کا حق ہے۔ روحانی حیا یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور اعضائے بدن کو گناہوں سے بچایا جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور جو کچھ اس میں ہے (یعنی دماغ، آنکھ، ناک، کان، منہ، زبان) اسی طرح پیٹ اور جو کچھ اس میں ہے (یعنی دل، معدہ اور شرمگاہ وغیرہ) اس کی حفاظت کی جائے موت اور قبر کو کثرت سے یاد رکھا جائے۔[7] جبکہ جسمانی حیا یہ ہے کہ اپنے اعضائے بدن کو ڈھانپ کر رکھا جائے اور بلاضرورت نہ کھولا جائے، جیسا کہ مروی ہے: اپنی شرم گاہ محفوظ

رکھو (کسی کے سامنے نہ کھولو) سوائے اپنی بیوی اور باندی کے، عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا تنہائی میں بھی (شرم گاہ نہ کھولی جائے)؟ ارشاد فرمایا: اللہ پاک اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔[8]

اللہ پاک کے بعد ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم امتی ہونے کے ناطے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے حیا کریں اور یہ سوچیں کہ اگر ہم نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرامین پر عمل نہ کیا تو بروزِ محشر ان کو کیا منہ دکھائیں گی!

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ☆ اپنے والدین سے حیا کیجیے اور ان کے سامنے نگاہیں جھکا کر ادب سے بات کیجیے، ان کا ہر وہ کام جو خلافِ شرع نہ ہو فوراً کیجیے۔ ☆ اپنے شوہر سے حیا کرتے ہوئے ان کا ادب کیجیے، انہیں نام کے بجائے کنیت کے ساتھ یا کسی بہتر طریقے سے مخاطب کیجیے، ان کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کیجیے پھر دیکھئے آپ کے گھر میں اس حیا کی کتنی زبردست خوشبو پھیلے گی۔ ☆ اپنی ٹیچرز سے حیا کیجیے، حیا کی وجہ سے ان کی نشست گاہ پر نہ بیٹھئے، انہیں ادب سے پکاریئے، سوال جواب میں ادب کو ملحوظ رکھئے، پھر دیکھئے علم کی خوشبو سے دل و دماغ کیسے معطر ہوتے ہیں۔ ☆ حیا کے باعث مسلمانوں کی غیبت سے بچئے، ان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو اپنے اوپر حرام جانئے ان شاء اللہ اس کی برکت سے معاشرے میں حیا کے پھول کھلیں گے اور ہر طرف بہار ہو گی۔

ہماری بزرگ خواتین شرم و حیا کی پاسدار تھیں، مگر افسوس! اب خواتین کو حیا کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔ پردہ کرنے کا کہا جائے تو کہتی ہیں: شرم آتی ہے۔ اسی طرح نظریں جھکا کے بات کرتے ہوئے بھی انہیں شرم آتی ہے اور مردوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ شیطان مردود کے بہکاوے میں آکر اور بھی بہت سے نیک کام یہ سوچ کر نہیں کر پاتیں کہ شرم آتی ہے۔ ایسی بلاوجہ کی شرم و حیا دین و آخرت کے لیے تباہ کن ہے، لہٰذا شیطان کے اس وار کو ناکام بناتے ہوئے ہر وہ جائز کام کرنے کی کوشش کیجئے جو کرنے کے ہیں۔ مگر افسوس! معاشرے میں بے حیائی کو فروغ مل رہا ہے اور فحش ناولز پڑھنا، بازاری گفتگو کرنا، گانے باجے سننا، فلمیں ڈرامے دیکھنا، چست لباس پہننا، نیز انداز، آواز، اشاروں اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال یہ سب بے حیائی کو فروغ دینے والے اسباب ہیں۔ یاد رکھئے! بے حیائی کے انہی اسباب کی وجہ سے آج کی خواتین کی چال میں حیا ہے نہ انداز و لباس میں اور نہ گفتار میں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ رہے تو تُو جو چاہے کر۔[9] حیا کے خاتمے کی وجہ سے معاشرے سے سکونِ دل رخصت ہو رہا ہے، ذہنی امراض بڑھ رہے ہیں، خودکشی عام ہو رہی ہیں اور عزتیں لٹ رہی ہیں۔ حالانکہ اگر خواتین حیا اپنانے کا پکا ارادہ کرلیں تو یہ کوئی مشکل کام نہیں، بلکہ اس کی سب سے پہلی سیڑھی پردے کا اہتمام ہے، لہٰذا ہمت کیجیے اور اپنی بزرگ خواتین کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کیجئے کہ جن کے متعلق کسی نے کہا ہے:

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

پردہ اور شرم و حیا سے متعلق تفصیلی معلومات جاننے کے لیے مکتبۃ المدینہ کی کتاب **پردے کے بارے میں سوال جواب** کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔ اللہ پاک تمام مسلم خواتین کو شرم و حیا کی توفیق نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ابن ماجہ، 4/460، حدیث: 4182 2 ابن ماجہ، 4/461، حدیث: 4185 3 مراۃ المناجیح، 7/572 4 بخاری، 4/131، حدیث: 6119 5 مستدرک، 1/176، حدیث: 66 6 مسلم، ص45، حدیث: 156 7 مشکوۃ المصابیح، 1/306، حدیث: 1608 8 ابن ماجہ، 2/448، حدیث: 1920 ملتقطاً 9 بخاری، 4/131، حدیث: 6120

بے حیائی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 31ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

بنتِ شفیق عطاریہ (اول پوزیشن)
(جامعۃ المدینہ گرلز صدر قاسم مارکیٹ، راولپنڈی)

اللہ پاک نے انسان کو دیگر حیوانات پر ترجیح دی، اسے اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے اندر بہت سی ایسی صفات پیدا فرمائیں جو دیگر مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں، انہی میں ایک صفت حیا بھی ہے۔ حیا کی وجہ سے انسان بہت سے ایسے کام کرنے سے بچ جاتا ہے جو معاشرے میں شرمندگی کا باعث ہوں جبکہ بے حیائی ایک ایسی خامی ہے جو انسان سے بہت سے گناہ اور برے کام کرواتی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۱۹) (پ18، النور:19) ترجمہ: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ ارادہ کرتے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے دنیا کے عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے۔ آخرت کے عذاب سے مراد وہ اگر توبہ کیے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ آیتِ مبارکہ میں تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ کا لفظ ہے۔ لفظ فاحشہ سے مراد وہ تمام اقوال و افعال ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے۔[1]

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی بے حیائی کی مذمت کی گئی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کے کلام میں سے جو چیز لوگوں نے پائی ہے اس میں ایک بات یہ ہے کہ جب تجھے حیا نہ آئے تو تو جو چاہے کر۔[2] اور ایک روایت میں ہے: اس شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی یعنی بے حیائی کی بات سے کام لیتا ہے۔[3]

جو شخص نامحرم عورتوں کو جان بوجھ کر دیکھے، ان سے بے تکلف بنے، فلمیں ڈرامے دیکھے، گانے باجے سنے، فحش کلامی، گالم گلوچ کرے وہ بے حیا نہیں بلکہ بے حیا لوگوں کا بھی سردار ہے، اگرچہ وہ حافظ، قاری، راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھنے والا اور روزہ دار ہو، ان بے حیائی کے کاموں کو کرنے کے سبب اس کی صفتِ حیا اور نیک ہونے کی خوبی کو چھین لیا گیا۔

بے حیائی کو عام کرنے کے ذرائع و اسباب (1) کسی پر لگائے گئے بہتان کی اشاعت کرنا۔ (2) حرام کاموں کی ترغیب دینا۔ (3) علمائے اہلسنت سے بتقدیرِ الٰہی کوئی لغزش فاحش واقع ہو تو اس کی اشاعت کرنا۔ (3) ایسی کتابیں لکھنا، شائع کرنا اور تقسیم کرنا جن میں موجود کلام سے لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہوں۔ (5) فیشن شو کے نام پر عورت اور حیا سے عاری لباسوں کی نمائش کرکے بے حیائی پھیلانا وغیرہ۔ ان تمام کاموں میں مبتلا حضرات کو چاہیے کہ خدارا! اپنے طرزِ عمل پر غور فرمائیں بلکہ بطور خاص ان حضرات کو زیادہ غور کرنا چاہیے جو فحاشی و عریانی اور اسلامی روایات سے جدا کلچر کو عام کرکے مسلمانوں کے اخلاق اور کردار میں بگاڑ پیدا کرتے نیز بے حیائی کے خلاف اسلام نے نفرت کی جو دیوار قائم کی ہے اسے گرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔[4] اللہ پاک ہمیں بے حیائی سے محفوظ فرمائے اور حیا کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

بنتِ محمد یوسف
(طالبہ: درجہ خامسہ فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

بے حیائی ایسا برا کام ہے جو انسان کو فضول کاموں میں مشغول کرتا اور اصلاح و پاکیزگی سے بہت دور لے جاتا ہے۔ بے حیائی انسان کے اخلاقی وجود کو کمینے پن میں ڈھال دیتی ہے اور اسے بہترین تخلیق سے سب سے نچلے درجے میں جا گراتی ہے۔ بے حیائی و بدکاری سے منع کرتے ہوئے اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۝۳۰ (پ18، النور: 30) ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

یہ اس سورت کی آیت ہے جو بالخصوص اسلامی معاشرے میں شرم و حیا کی ضرورت و اہمیت، اس کی خلاف ورزی کی مختلف صورتوں، ان کے سنگین نتائج اور سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔ موجودہ زمانے میں بے پردگی، بے حیائی، نمائش لباس و بدن اور ناجائز زیب و زینت سے بھرپور ماحول میں اس سورت کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے حدیثِ پاک میں حکم دیا گیا کہ "اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ"۔[5]

اسلام اور حیا کا آپس میں وہی تعلق ہے جو روح کا جسم سے ہے۔ جیسا کہ مروی ہے: حیا اور ایمان آپس میں ملے ہوئے ہیں، جب ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔[6]

بے حیائی کے نقصانات بے حیا انسان کی غیرتِ ایمانی ختم ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں پر بہادر ہو جاتا ہے۔ بے حیا انسان کی سوچ و ذہنیت گندی اور اعمال گھٹیا پن کے عادی ہو جاتے ہیں۔ بے حیائی رسوائی کا سبب بنتی ہے، بے حیائی کے سبب انسان بدنگاہی، بدکاری و دیگر برے کاموں میں ملوث ہو جاتا ہے۔

بچنے کے طریقے بے حیائی کی مذمت پر آیات و احادیث اور بزرگوں کے حیا پر مشتمل واقعات کا مطالعہ فرمائیے اور ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجئے۔ سوشل میڈیا سے بچئے کہ یہ بے حیائی کے فروغ کا بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ بدنگاہی سے بچئے کہ نگاہ پاکیزہ نہ ہو گی تو حیا کا تصور بھی مشکل ہو جائے گا۔ نماز کو اس طرح ادا کیجئے جیسے ادا کرنے کا حق ہے کہ نماز بے حیائی اور گناہوں سے روکنے والی ہے، جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِؕ (پ21، العنکبوت: 45) ترجمہ: بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے۔ یعنی نماز بے حیائی اور ان چیزوں سے روکتی ہے جو شرعی طور پر ممنوع ہیں۔[7] ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: فلاں آدمی رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: عنقریب نماز اسے اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔[8] چنانچہ بے حیائی کی نحوست سے چھٹکارا پانے کے لیے دل کو پاکیزہ کرنے کے طریقے اپنایئے ان شاءاللہ بے حیائی سے حفاظت رہے گی۔

موجودہ معاشرے میں بے حیائی عروج پر ہے، میوزک سے بھرپور فحش پروگرام دیکھے جاتے ہیں، کاروباری مشہوری کے لیے عورتوں کی تصویریں بطورِ نمائش بینرز کی صورت میں لگائی جاتی ہیں۔ الغرض عورتوں کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کے تصور نے معاشرے میں ایسا غلیظ بگاڑ پیدا کر دیا ہے کہ عورتیں خود کو مردوں سے بھی زیادہ قابل منوانے کے لیے بے حیائی کی ہر حد پار کرنے لگی ہیں اور مرد اسے جنریشنل چینج (Generational Change) کا نام دے کر بے غیرت ہونے کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ اللہ کریم سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی چادرِ مبارک کے صدقے مسلمان عورتوں کو حیا و پاکیزگی عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر صراط الجنان، 6/601، 602 ملتقطاً 2 ابو داود، 4/331، حدیث: 4797 3 جامع صغیر، ص221، حدیث: 3648 4 تفسیر صراط الجنان، 6/602 5 مستدرک، 3/158، حدیث: 3546 ملتقطاً 6 مستدرک، 1/176، حدیث: 66 7 تفسیر روح البیان، 6/474 8 مسند امام احمد، 15/483، حدیث: 9778

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ:ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 31ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 347 مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی اپنے والدین سے محبت	63	بے حیائی	234	دین سے دوری کی وجوہات	50

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی اپنے والدین سے محبت سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت شاہد، بنت عارف، بنت عمران، بنت محمد اسلام، بنت محمد اسلم، بنت محمد جمیل، بنت ناصر محمود۔ شفیع کابھٹہ: ہمشیرہ میر حمزہ، بنت اورنگزیب، بنت شبیر حسین، بنت عاشق حسین، بنت عبدالمجید، بنت عرفان، بنت غلام حیدر، بنت غلام مصطفٰے، بنت محمد اکرم، بنت محمد بوٹا، بنت محمد جمیل، بنت محمد خالد، بنت محمد سجاد احمد، بنت محمد سجاد، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف، بنت ہمایوں۔ مظفر پورہ: بنت حفیظ احمد، بنت رمضان، بنت شبیر، بنت شیخ کرم دین، بنت محمد اجمل، بنت محمد طارق، ہمشیرہ عمر۔ معراج کے: بنت محمد شفیق، بنت توقیر حسین، بنت ساجد حسین ہاشمی، بنت شہزاد علی، بنت ملک شاہد علی، بنت ندیم اختر، بنت نصیر احمد، بنت نور حسین۔ نندپور: بنت رمضان احمد، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت افتخار احمد، بنت شہزاد کامل، بنت طارق محمود، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور، بنت محمد سلیم، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد صدیق، بنت محمد طیب، بنت محمد عارف، بنت ہدایت اللہ، ہمشیرہ محمد محسن۔ گلبہار: بنت شمس، بنت طارق محمود، بنت ظہور الٰہی، بنت غلام رسول، بنت محمد شہباز، بنت محمد عنصر، بنت محمد فیاض۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد ریاض۔

بے حیائی اٹک: حضرو: بنت محمد ایوب۔ بہاولپور: احمد پور شرقیہ: بنت محمد خان۔ شاہدرہ: بنت فلک شیر۔ جڑانوالہ: ہاؤسنگ سوسائٹی: بنت عبد اللطیف۔ خانیوال: کوہی والا: بنت میمونہ واجد۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین، بنت شوکت علی، بنت غلام محمد، بنت محمد اشرف، بنت محمد شبیر۔ راولپنڈی: صدر: بنت الیاس، بنت شفیق۔ سمندری: 137 روڈ: بنت محمد اشرف۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت ارشد۔ تلواڑہ مغلاں: اخت عبدالاحد، بنت احمد رضا، بنت ارشد، بنت اشرف خان، بنت اللہ دتہ، بنت جاوید سرور، بنت رزاق احمد، بنت رضا، بنت شہزاد، بنت طارق، بنت عاصم شہزاد، بنت فیصل، بنت لطیف، بنت محمد اعجاز احمد، بنت محمد انور، بنت محمد جنید رضا، بنت محمد ندیم، بنت محمد یسین، بنت مدثر اقبال، بنت مطہر محمود، بنت نصیر احمد، بنت وسیم علی، خوشبوئے مدینہ۔ شفیع کابھٹہ: بنت اشفاق احمد، بنت آصف اقبال، بنت ارشد محمود، بنت ارشد، بنت اشرف، بنت اشفاق، بنت اصغر، بنت اعجاز احمد، بنت افتخار احمد، بنت افضال، بنت انتظار حسین، بنت بابر، بنت تنویر، بنت جاوید اقبال، بنت جہانگیر، بنت خالد پرویز، بنت خالد، بنت خلیل احمد، بنت خوشی محمد، بنت ذوالفقار علی، بنت راشد، بنت رزاق بٹ، بنت رضاء الحق، بنت رفاقت حسین، بنت ذوالفقار انور، بنت ساجد، بنت سرمد، بنت سعید، بنت سید حسنین شاہ، بنت شبیر احمد، بنت شمس پرویز، بنت شہباز احمد، بنت طاہر، بنت عارف محمود، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالقادر، بنت عبدالماجد، بنت عتیق، بنت عثمان، بنت غلام رسول، بنت فرید علی، بنت فضل الٰہی، بنت محمد آصف، بنت محمد احسن، بنت محمد اشرف، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد الیاس، بنت محمد امجد، بنت محمد امین، بنت محمد انور، بنت محمد اکرم، بنت محمد بابر، بنت محمد بشیر، بنت محمد جان، بنت محمد حبیب، بنت محمد رفیق، بنت محمد رمضان، بنت محمد سلیم، بنت محمد شاہد، بنت محمد شبیر، بنت محمد شفیق، بنت محمد شمس، بنت محمد شکیل، بنت محمد طاہر، بنت محمد عابد، بنت محمد عارف، بنت محمد عمران، بنت محمد غفور، بنت محمد ندیم میاں، بنت محمد نذیر چوہدری، بنت محمد وسیم، بنت محمد کاشف، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف، بنت محمد عارف، بنت ناصر، بنت ندیم جاوید، بنت نعیم، بنت نوید احمد، بنت کاشف شیراز، بنت کرامت، بنت اعجاز احمد، ہمشیرہ احمد (ثانیہ)، ہمشیرہ احمد، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، ہمشیرہ حامد، ہمشیرہ عبدالقدوس، ہمشیرہ فیصل محمد امجد، ہمشیرہ محمد آصف، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ محمد بلال (ثالثہ)، ہمشیرہ محمد بلال، ہمشیرہ محمد حسین، ہمشیرہ محمد شہراز حسن، ہمشیرہ محمد منیب، بنت حافظ ناصر۔ مظفر پورہ: بنت ارشد علی، بنت ارشد، بنت اظہر اقبال، بنت اظہر حسین، بنت اعظم، بنت خلیل احمد، بنت شیخ کرم دین، بنت عابد حسین، بنت عاشق، بنت عبدالقیوم، بنت عمران، بنت غلام عباس، بنت غلام میراں، بنت محمد شبیر، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد محمود احمد، بنت محمد نواز، بنت نعمان شہزاد، بنت نعیم طارق، بنت یاسر، ہمشیرہ احتشام۔ معراج کے: بنت شبیر حسین، بنت ارشد محمود، بنت رضا حسین، بنت ذوالفقار، بنت سید شمشیر علی، بنت ضیاء اللہ، بنت ظفر اقبال، بنت محمد نواز، بنت محمد یونس، بنت منور حسین۔ نندپور: بنت افتخار احمد، بنت رمضان احمد، بنت سلیم، بنت شہزاد کامل، بنت طارق محمود، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد صدیق، بنت محمد طیب، بنت محمد عارف، بنت محمد ہدایت اللہ، ہمشیرہ امیر حمزہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ پسرور: بنت خادم حسین۔ گلبہار: اخت سلطان، ام مشکوۃ، ام معبد، ام ہانی، بنت ارشد، بنت اشفاق، بنت اصغر، بنت الیاس اعوان، بنت ایاز خان، بنت بشیر، بنت خالد، بنت ذوالفقار، بنت رضوان، بنت رمضان، بنت ریاض، بنت سجاد حسین، بنت اصغر، بنت شاہد، بنت

شمس، بنت شکیل احمد، بنت شہباز حسین، بنت طارق فاروق، بنت عاشق حسین، بنت عبدالرحمٰن، بنت عرفان، بنت عمران، بنت غلام حسین، بنت غلام حیدر، بنت فیاض، بنت محسن رضا، بنت محمد جمیل، بنت محمد سلیم، بنت محمد شہباز، بنت محمد منیر، بنت ناصر، بنت نعیم، بنت پرویز اقبال، بنت عبدالقیوم۔ فیصل آباد: سرگودھا روڈ: بنت سہیل رفیق۔ چباں: بنت عبد الغفور۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ ڈھوک کالا خان: بنت اسماعیل۔ کراچی: بنت نذر، بنت گل حسن، بنت رحمت علی۔ دھورا جی: بنت محمد عدنان۔ نارتھ کراچی: بنت طفیل الرحمٰن ہاشمی، بنت عبدالوسیم بیگ۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت اشرف چشتی۔

دین سے دوری کی وجوہات بہاولپور: شاہدرہ: بنت نذیر احمد۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد شبیر۔ راولپنڈی: صدر: بنت مدثر۔ گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت فیصل مجید، بنت محمد ارشد، بنت غلام مصطفےٰ۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اشفاق احمد، بنت اویس، بنت تنویر، بنت خوشی محمد، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت محمد شمس، بنت محمد گلزار، بنت ممتاز، ہمشیرہ محمد جواد، ہمشیرہ عمر جٹ۔ مظفر پورہ: بنت سلیمان، بنت شیخ کرم دین، بنت محمد الیاس، بنت محمد گلزار، بنت یاسر عشرت علی، بنت یاسر۔ معراج کے: بنت الطاف حسین، بنت ریاض، بنت عنایت اللہ، بنت محمد افضل، بنت محمد سلیم، بنت محمد عارف۔ نند پور: بنت رمضان احمد، بنت سلیم، بنت طارق محمود، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور، بنت محمد شکیل احمد، بنت محمد صدیق، بنت محمد طیب حسین، بنت محمد عارف، بنت ہدایت اللہ، ہمشیرہ امیر حمزہ۔ پاکپورہ: بنت نواز۔ گلبہار: بنت امیر حیدر، بنت محمد الیاس، بنت محمد رشید، بنت ذوالفقار علی۔ فیصل آباد: چباں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: کھارادر: بنت ندیم۔

دین سے دوری کی وجوہات

بنتِ محمد شبیر عطاریہ

(درجہ: ثالثہ، جامعۃ المدینہ گرلز، جوہر آباد خوشاب)

آج مسلم معاشرے میں پائی جانے والی اکثر برائیاں مذہب سے دوری اور اسلامی تعلیمات سے بے پروائی کا نتیجہ ہیں۔ دورِ حاضر میں ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگ اسلامی تعلیمات سے غافل ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ذہن میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ ہمارا مذہب موجودہ زمانے کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ہم مذہبی پابندیوں کی وجہ سے کبھی ترقی نہیں کر سکتے، لہٰذا اگر ہم دنیا والوں کے شانہ بشانہ چلنا چاہتے ہیں تو اسلامی احکام کی پابندیوں سے آزاد ہونا پڑے گا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا مذہب ایک انقلاب آفریں مذہب ہے اور اس کے اندر ہر دور اور ہر زمانے کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے، کیونکہ یہ مذہب اللہ پاک کا پسندیدہ اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ اس کے دامن میں جہاں اپنے خالق و مالک کی عبادت کرنے کے اصول و ضابطے ہیں وہیں سیاسی و سماجی معاملات و مسائل کو سلجھانے کی بہترین تعلیم و تربیت بھی موجود ہے۔ الغرض دینِ اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا، انسان کی پیدائش سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے تمام معاملات کی وضاحت کرتا اور اپنے ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری بھی سناتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠(۸۲) (پ1، البقرۃ:82) ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دین کی پابندیاں بہت زیادہ ہیں اور یہ مشکل ہے تو وہ اس حدیثِ مبارک کو بار بار پڑھیں کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔(1)

یاد رہے! دین سے دوری کی بہت سی وجوہات ہیں جن کو چند لائنوں میں ذکر نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ یہاں بطورِ مثال چند چیزوں کا ذکر پیشِ خدمت ہے:

دین سے دوری کی وجوہات

جہالت جہل کا ایک معنی اندھیرا یعنی لاعلمی بھی ہے، ہم نے دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنے آپ کو اس قدر مگن کر لیا ہے کہ دینی تعلیمات بالکل بے معنی سی لگتی ہیں۔ اگر کوئی شرعی مسئلہ بتا دیا جائے تو بسا اوقات کوفت محسوس ہوتی ہے، یقیناً ایسا جہالت، علمِ دین نہ سیکھنے اور دین سے دوری کے باعث ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے: هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ (پ23، الزمر:9) ترجمہ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ لہٰذا ہمیں علمِ دین حاصل کرنا اور اپنے دین کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ پاک کا پیارا دین ہے۔

والدین کی بے پروائی اسلام نے والدین پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت کریں اور مذہبِ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انہیں آراستہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ کامل مسلمان بن سکیں اور مسلم معاشرے کے لیے کار آمد ثابت ہوں۔ افسوس! آج کے اس پر فتن دور میں ہر ایک پر پیسے کی دُھن سوار ہے، اولاد کو تعلیم تو دلوائی جارہی ہے لیکن تربیت کا بڑا فقدان ہے، نیز تعلیم بھی صرف اس لیے دلوائی جارہی ہے کہ وہ کمائی کا ذریعہ ہے حالانکہ رزق کا وعدہ اللہ پاک نے کیا ہے، وہ راضی ہو گا تو خود بخود انتظام ہو جائیں گے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کے بجائے انہیں سنت پر عمل کی عادت ڈالیں تاکہ ان کے ذہنوں میں سنت کی عظمت راسخ ہو جائے۔

مسلم نوجوانوں پر ثقافتی یلغار عصر حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کا سہارا مل جانے کی وجہ سے ثقافتی یلغار پہلے سے زیادہ خطرناک ہو چکی ہے۔ آج کل نوجوانوں کے دل و دماغ اور ان کے افکار و نظریات تک رسائی کے سینکڑوں وسائل و ذرائع موجود ہیں۔ چنانچہ الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا ہو یا دیگر ذرائع ابلاغ، ہر طرح مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کے ذہنوں اور فکروں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کیے جارہے ہیں۔ نوجوان الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں اور ساتھ میں اپنی دنیا و آخرت بھی برباد کر رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس چیز کی ہے کہ اپنے بچوں کو ان آلات سے بچانے کی بھرپور کوشش کی جائے، انٹرنیٹ کے منفی استعمال سے پیدا ہونے والے نقصانات سے آگاہ کیا جائے اور اس کے مثبت استعمال کے فوائد بتائے جائیں، نیز مسلمانوں کو سنت کی عظمت بتا کر انہیں سنتوں پر عمل کا جذبہ دیا جائے کہ اس سے بھی دین کی طرف رغبت بڑھتی ہے۔

بدعملی بہت سے لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود انجان بنے بیٹھے ہیں اور اس کی ایک وجہ بد عملی بھی ہے۔ جو قوم صرف خیالوں کی دنیا میں گم رہتی اور عمل سے منہ موڑتی ہے وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ علم پر عمل کرنے کی خوب کوشش کی جائے کہ علم بغیر عمل اور عمل بغیر علم کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

بری صحبتیں معاشرے کے حالات سے کون واقف نہیں! گھر کی چار دیواری کے باہر کی دنیا بس کھیل تماشا ہی ہے۔ اکثر لوگوں کی بری عادتیں بُری صحبت کی وجہ سے ہیں کہ ہر پرندہ اپنے جیسے پرندے کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ اسی طرح انسان خود جیسا ہو گا ویسوں کے ساتھ ہی بیٹھے گا۔ لہٰذا بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہا جائے کیونکہ صحبت اثر رکھتی ہے۔

یاد رکھئے! علم اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت علم کے سبب سے حاصل ہوئی اور ہر شخص پر اس کی حالتِ موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرضِ عین ہے۔[2] جیسا کہ ابن ماجہ شریف میں ہے: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[3]

مذکورہ تمام وجوہات میں اگر مطلقاً دیکھا جائے تو سب میں لاعلمی اور بے عملی پائی جائے گی یعنی علم نہ ہونا اور عمل نہ ہونا۔ چنانچہ مسلمانوں کو دین کی طرف لانے کے لیے خود بھی عمل کیا جائے کہ باعمل کی زبان زیادہ اثر رکھتی ہے اور علمِ دین سیکھا جائے کہ علمِ دین سیکھنے کے کئی ذرائع ہیں مثلاً فیضانِ سنت کا درس، عالمہ کورس، اسلامی کتابیں اور رسائل پڑھنا اور اچھوں کی صحبت اختیار کرنا کہ اچھوں کی صحبت بھی اچھا بناتی ہے۔

اللہ پاک کے احکامات کی پیروی کی جائے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ علمِ دین حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے دنیا اور آخرت میں سرداری کا شرف پاتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی علمِ دین حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 مسلم، ص1210، حدیث:7417 2 فتاویٰ رضویہ، 23/624

3 ابن ماجہ، 1/146، حدیث:224

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		1029289	316781	1346070
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		113361	39580	152941
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	12301	4944	17245
	پڑھنے والیاں	108886	37055	145941
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	11115	5701	16816
	شرکائے اجتماع	417577	160492	578069
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		136841	40117	176958
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		36935	13647	50582
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		749244	146469	895713
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		103333	41773	145106
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	1700	1735	3435
	شرکائے مدنی کورسز	23366	35020	58386

34 واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اپریل 2025

1. حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اپنے نواسوں سے محبت
2. غلط مشورہ
3. بہو کو نوکرانی مت سمجھئے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 جنوری 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات رحیم یار خان

الحمد للہ مرشدِ کریم کے فیضان سے مالا مال دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں میں دینی کاموں کی دھوم میں مچاتا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات اسلام نگر ہوائی اڈہ روڈ رحیم یار خان** کا باقاعدہ افتتاح 2024 کو دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ مبلغ دعوتِ اسلامی کے دستِ مبارک سے ہوا۔ فیضانِ صحابیات کی اس جگہ کو ایک عاشقۂ رسول اسلامی بہن نے ثواب کی نیت سے خرید کر اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کے لئے وقف کیا ہے۔ اللہ پاک اس کارِ خیر کے صدقے انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور انہیں بار بار حرمین طیبین کی سعادت سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

فیضانِ صحابیات رحیم یار خان میں ہونے والے دینی کام

- الحمد للہ بروز بدھ دوپہر 3 تا 5 بجے تک اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک ہو کر اسلامی بہنیں اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتی ہیں۔
- ہر اتوار کو صبح 9 تا دوپہر 1 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگتا ہے۔ جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، استخارہ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت فراہم کی جاتی ہے۔
- یہاں وقتاً فوقتاً مختلف شعبہ جات کی اسلامی بہنیں لرننگ سیشنز اور مدنی مشوروں کا انعقاد کرتی رہتی ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.com